نمازوں، خصوصاً تراویح کے بعد درسِ قرآن کے لیے مفید کتاب

60 درسِ قرآن

مصنف: شیخ الحدیث والتفسیر،
ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی

مکتبہ حسان

نام کتاب:60 درسِ قرآن

مصنف:ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ

تعداد صفحات:266

ناشر: مکتبہ حسان، فیضانِ مدینہ کراچی۔

ایڈیشن:اپریل 2021

تعداد اشاعت:1100

ہدیہ:

ملنے کا پتہ

مکتبہ حسان فیضان مدینہ، کراچی
0331-2476512

شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور
042-37246006

مکتبہ الغنی، کراچی
0315-2717547

والضحیٰ پبلشرز، فیصل آباد
0315-4959263

مکتبہ الحماد، کراچی
0314-2261916

مکتبہ فیضان سنت، ملتان
0306-7305026

فہرست

ابتدائیہ

قرآن نور ہے، ہدایت کے متلاشیوں کو راہ دکھاتا ہے، کافروں کو ایمان، گمراہوں کو ہدایت، فاسقوں کو تقوی، صالحین کو ولایت اور ولیوں کو معرفت کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن رحمتِ الٰہی کی وہ بارش ہے جس سے جتنا فیض چاہیں حاصل کرلیں۔ آپ کے دامن میں سمندروں سے زیادہ گنجائش ہو تو قرآن کی برکتیں اسے بھی لبریز کردیں گی، بس محبت سے پڑھنے اور دل لگا کر سمجھنے کی حاجت ہے۔ نُزولِ قرآن کے بنیادی مقاصد میں یہ بھی ہے کہ تلاوتِ قرآن کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآن کے معانی اور مفاہیم بھی سمجھے جائیں اور ان پر عمل کیا جائے۔ فہم قرآن کا بہترین ذریعہ معتبر اور اہلِ حق علماء کے تراجمِ قرآن اور تفاسیر پڑھنا اور ان کے دروسِ قرآن سننا اور پڑھنا ہے۔ دروسِ قرآن کی فہرست میں ایک خوبصورت اضافہ "60 درسِ قرآن" کے نام سے موسوم یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں دعوت اسلامی کی مشہور و معروف شخصیت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری دامت برکاتہم العالیہ کے چھپے ہوئے تفسیر قرآن کے مضامین اور تفسیر صراط الجنان سے منتخب آیات اور ان کی تفسیر پر مشتمل ہے اور اس میں قرآنِ پاک کے ہر پارے کی دو منتخب آیات کا درس شامل ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ جہاں عام مسلمانوں کے لیے مفید ہے وہیں مساجد کے آئمہ اور دیگر علماءِ کرام کے لیے بھی فائدہ مند ہے، بطورِ خاص نمازوں کے بعد اور ماہِ رمضان میں تراویح کے بعد اس کتاب سے درسِ قرآن بھی دیا جاسکتا ہے۔ اللہ کریم اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے مفتی صاحب اور آپ کے معاونین کی نجات آخرت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

درس نمبر:01

حقیقی معبود اور مدد گار اللہ ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ [1]

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ ہر طرح کی حمد و ثنا کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے جو کہ سب جہانوں کا پالنے والا، بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور اس آیت سے بندوں کو سکھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے اور تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے۔ تیری اجازت و مرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

عبادت اور تعظیم میں فرق:

عبادت کا مفہوم بہت واضح ہے، سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے اُس کی کسی قسم کی تعظیم کرنا "عبادت" کہلاتا ہے اور اگر عبادت کے لائق نہ سمجھیں تو وہ محض "تعظیم" ہوگی عبادت نہیں کہلائے گی، جیسے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عبادت ہے لیکن یہی نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اُستاد، پیر یا ماں باپ کے لئے ہو

1... الفاتحہ:4.

تو محض تعظیم ہے عبادت نہیں اور دونوں میں فرق وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں عرضِ حاجت سے پہلے اظہارِ بندگی کی جائے:

آیت میں عبادت کو پہلے اور طلبِ مدد کو بعد میں ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنی بندگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: عبادت کو مدد طلب کرنے سے پہلے ذکر کیا گیا کیونکہ حاجت طلب کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (1)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی حاجات کے لئے دعا کیا کرے تاکہ اُس وسیلے کے صدقے دعا جلد مقبول ہو جائے۔

حقیقی مددگار صرف اللہ ہے:

مزید ارشاد فرمایا "وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" ترجمہ: اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔" اس آیت میں بیان کیا گیا کہ مدد طلب کرنا خواہ واسطے کے ساتھ ہو یا واسطے کے بغیر ہو ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے جس سے حقیقی طور پر مدد طلب کی جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حقیقی مدد طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس سے مدد طلب کی جائے اسے بالذات قادر، مستقل مالک اور غنی بے نیاز جانا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات سے اس کام (یعنی مدد کرنے) کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ

1... مدارک، ص:14.

عقیدہ رکھنا ہر مسلمان کے نزدیک ”شرک“ ہے اور کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ایسا ”عقیدہ“ نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے بارے میں مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے واسطہ اور حاجات پوری ہونے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو جس طرح حقیقی وجود کہ کسی کے پیدا کئے بغیر خود اپنی ذات سے موجود ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود کسی کو موجود کہنا اس وقت تک شرک نہیں جب تک وہی حقیقی وجود مراد نہ لیا جائے، یونہی حقیقی علم کہ کسی کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات سے ہو اور حقیقی تعلیم کہ کسی چیز کی محتاجی کے بغیر از خود کسی کو سکھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا اس وقت تک شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی اصلی معنی مقصود نہ ہوں تو اسی طرح کسی سے مدد طلب کرنے کا معاملہ ہے کہ اس کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وسیلہ وواسطہ کے معنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے لئے ثابت ہے اور حق ہے بلکہ یہ معنی تو غیرِ خدا ہی کے لئے خاص ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ وسیلہ اور واسطہ بننے سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہو گا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا۔

بدمذہبوں کی طرف سے ہونے والا ایک اعتراض ذکر کر کے اس کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے توسل کر کے اسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنایا جائے، اس وسیلہ بننے کو ہم اولیاء کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ، ذریعہ اور قضائے حاجات کا واسطہ ہو جائیں، اُس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس

آیت کریمہ میں دیا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (1)

(ترجمہ: اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر کیوں یہ فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تُو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ (2)

اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کے مدد کرنے کی حقیقت:

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوسروں کی مدد کرنے کا اختیار دیتا ہے اور اُس اِختیار کی بنا پر اُن بندوں کا مدد کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا مدد کرنا ہوتا ہے، جیسے غزوۂ بدر میں فرشتوں نے آکر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُم کی مدد کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (3)

ترجمہ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سرو سامان تھے۔

یہاں فرشتوں کی مدد کو اللہ تعالیٰ کی مدد کہا گیا، اِس کی وجہ یہی ہے کہ فرشتوں کو مدد کرنے کا اِختیار اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے تو حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہوئی۔ یہی معاملہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام اور اولیاءِ عِظام رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِم کا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا

1... پ5، النساء: 64. 2... فتاوی رضویہ: 21/304. 3... پ4، اٰل عمران: 123.

سے مدد کرتے ہیں اور حقیقتاً وہ مدد اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، جیسے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے تخت لانے کا فرمایا اور انہوں نے پلک جھپکنے میں تخت حاضر کر دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ(1) ترجمہ: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

اور تاجدار رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ مبارکہ میں مدد کرنے کی تو اتنی مثالیں موجود ہیں کہ اگر سب جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے، ان میں سے چند مثالیں یہ ہیں:

(1)... صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تھوڑے سے کھانے سے پورے لشکر کو سیر کیا۔(2)

(2)... آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ کے ایک پیالے سے ستر صحابہ کو سیراب کر دیا۔(3)

(3)... انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے 1400 سے زائد اَفراد کو سیراب کر دیا۔(4)

(4)... لُعابِ دہن سے بہت سے لوگوں کو شفا عطا فرمائی۔(5)

اور یہ تمام مددیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے تھیں لہٰذا سب اللہ تعالیٰ کی ہی مددیں ہیں۔

1... پ19، النمل:40۔ 2... بخاری3/51، حدیث:4101۔ 3... بخاری4/234، حدیث:6452۔
4... بخاری3/69، حدیث:4152۔ 5... الخصائص الکبریٰ2/115۔

درس نمبر:02

زکوٰۃ کی حکمتیں اور آداب

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ [1]

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اس آیت میں دین کی بڑی علامت "نماز" کے بعد زکوٰۃ ہی کا ذکر کیا اور حدیث میں زکوٰۃ کو اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ہر صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض اور نہ دینا حرام و گناہِ کبیرہ ہے اور بلا اجازتِ شرعی ادائیگی میں تاخیر بھی گناہ ہے۔

زکوٰۃ کی حکمتیں:

پہلی حکمت "تقاضۂ توحید کی ادائیگی": جب بندہ کلمہ پڑھتا ہے تو توحید یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تنہا معبود ہونے کی گواہی دیتا ہے اور توحید کا تقاضا ہے کہ مُوَحِّد (یعنی توحید کے قائل) کے لئے اس یکتا ذات کے سوا کوئی محبوب نہ رہے کیونکہ محبت شرکت قبول نہیں کرتی یعنی یہ نہیں کہ کسی کے برابر درجے کے دو محبوب ہوں بلکہ کامل محبوب ایک ہی ہوتا ہے۔ کامل محبت کا امتحان دوسری محبتوں سے مقابلہ کرنے سے ہوتا ہے کہ کیا بندہ خدا کی محبت پر اپنی محبوب چیز قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہے یا نہیں؟ چونکہ بندوں کے نزدیک مال بھی محبوب بلکہ بہت زیادہ محبوب چیز ہے کہ اس کی محبت میں لوگ دوستوں، رشتے داروں تک کو چھوڑ دیتے ہیں اور اسی کی وجہ سے دنیا سے محبت کرتے اور موت سے نفرت کرتے ہیں۔

1... پ1، البقرۃ:43.

لٰہذا خدا اسے دعوئ محبت کی سچائی کی تصدیق کے لئے اِسی محبوب مال کو اُس محبوبِ حقیقی کے نام پر قربان کرنے کا حکم دیا گیا جیسے جہاد میں اپنی پیاری جان قربان کرنے سے امتحان لیا جاتا ہے۔ مال کے حوالے سے بعض کاملین نے فرمایا کہ ”عوام پر تو شریعت کے حکم سے اڑھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے لیکن ہم پر تمام مال خرچ کرنا واجب ہے۔[1]

ایسے ہی جذبہ محبت سے سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے غزوۂ تبوک میں اپنا تمام مال اور سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے اپنا آدھا مال پیش کر دیا۔

دوسری حکمت ”بخل سے نجات“: بخل یعنی کنجوسی ہلاک کر دینے والی خصلت ہے۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: (1) ایسا بخل جس کی اطاعت ہو (2) ایسی خواہش جس کی اتباع کی جائے (3) انسان کا اپنے آپ کو اچھا جاننا۔[2]

بخل کی خصلت ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان مال خرچ کرنے کا عادی ہو جائے کیونکہ کسی چیز کی محبت اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے کہ انسان اس کے چھوڑنے پر نفس کو مجبور کرے یہاں تک کہ اس کی عادت بن جائے۔ زکوٰۃ کا معنٰی ”پاک کرنا“ ہے۔ یہ معنٰی یہاں بہت خوب صورتی سے پایا جاتا ہے کہ زکوٰۃ صاحبِ مال کو ہلاکت خیز بخل کی برائی سے پاک کر دیتی ہے حتی کہ اتنی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے کہ کاملین و صالحین کا دل زیادہ خرچ کرنے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے سیِّد الکاملین، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمل مبارک سے ظاہر ہے کہ جب دوسروں کو عطا فرماتے تو چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا اٹھتا۔

1... احیاء العلوم، 1 / 288. 2... شعب الایمان، 1 / 471، حدیث: 745.

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

تیسری حکمت "نعمت کا شکر ادا کرنا": چونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندے کو مال دے کر اُس پر انعام فرمایا ہے لہٰذا اُس مال کو اُس کے حکم پر اُس کی رضا کے لئے اُس کی راہ میں خرچ کرنا نعمتِ مال کا شکر ہے۔

زکوٰۃ دینے والے کے لئے چند آداب:

(1) زکوٰۃ کی اوپر بیان کردہ حکمتوں کو اپنے ذہن میں رکھے اور نفس کا محاسبہ کرے مثلاً کیا میں حکمِ خدا پر راضی خوشی مال دیتا ہوں؟ کیا راہِ خدا میں مال خرچ کرنا میرے نفس پر آسان ہے کہ یہ بخل سے نجات کی علامت ہے؟ کیا میرے زکوٰۃ دینے نے اِس مُہلِک مرض بخل سے مجھے نجات دی؟ کیا میرے زکوٰۃ دینے میں پروردگار کی نعمت پر شکر کا جذبہ موجود ہے؟

(2) سال گزرنے یعنی زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ہی حکمِ الٰہی کی طرف اپنی رغبت سے زکوٰۃ ادا کر دے تاکہ فقرا کے دلوں میں جلد خوشی داخل ہو نیز تاخیر کی وجہ سے بعد میں دینے میں کوئی رکاوٹ نہ پیش آجائے۔

(3) دل میں ریاکاری یا کسی دوسرے باطنی مرض کا اندیشہ پائے تو پوشیدہ طور پر زکوٰۃ دے۔

(4) اگر علانیہ صدقہ دینے سے لوگوں کو ترغیب ملے گی تو ظاہری طور پر صدقہ دے اور اپنے باطن کو ریاکاری سے بچائے۔

(5)احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقہ وزکوٰۃ برباد نہ کرے۔ احسان جتانے سے مراد یہ ہے کہ صدقہ دے کر اس کا بِلا مقصد تذکرہ کرے اور ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ دینے کے بعد غربت کا طعنہ دے یا کوئی دباؤ ڈالے۔

(6)اپنے دینے کو چھوٹا سمجھے کیونکہ احکم الحاکمین، مالک الملک کی بارگاہ میں بڑے سے بڑا اندرانہ بھی کم ہی ہے نیز اگر اپنے دیئے کو بڑا سمجھے گا تو خود پسندی کا شکار ہو گا۔

(7)اپنے مال میں سے عمدہ، پسندیدہ اور حلال پاک وصاف مال دے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور پاک مال کو ہی پسند فرماتا ہے۔ نہ تو حرام دے کہ وہ بالکل مردود بلکہ سببِ عذاب ہے اور نہ ہی ردی وناکارہ قسم کی چیز صدقے میں دے کہ آدابِ صدقہ کے منافی ہے۔

(8)اپنے صدقہ کے لئے ایسے لوگوں کو تلاش کرے جن کے ذریعے صدقہ کو پاکیزگی حاصل ہو جائے جیسے پرہیز گار لوگ یا علما یا سچے محبانِ خدا یعنی ہر نعمت کو خدا کا انعام سمجھنے والے لوگ۔ یونہی سفید پوش کہ اپنی ضرورت چھپاتا ہو یا جو مستحق بال بچوں والا ہو یا کسی مرض یا کسی اور وجہ سے کمانے سے رکا ہوا ہو یا اپنا قریبی رشتہ دار ہو تو یہ صدقہ بھی ہو گا اور صلۂ رحمی بھی اور صلہ رحمی میں بے شمار ثواب ہے۔ دین داروں کو دینے میں بھی دوگنا ثواب ہے کہ صدقے کا بھی ثواب ہے اور خدمتِ دین میں سہولت فراہم کرنے کا بھی۔

اِن آداب کے ساتھ راہِ خدا میں مال خرچ کیا جائے تو اُس کی برکتیں اور رحمتیں بہت زیادہ نصیب ہوتی ہیں۔

درس نمبر:03

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ارشاد فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ [1]

ترجمہ: ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرلو۔

جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینۂ منورہ تشریف لائے تو انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں، البتہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواہش یہ تھی کہ خانۂ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنادیا جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ خانۂ کعبہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے علاوہ کثیر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا قبلہ تھا اور یہ بھی کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے یہودی فخر و غرور میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے تھے کہ مسلمان ہمارے دین کی مخالفت کرتے ہیں لیکن نماز ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ ایک دن نماز کی حالت میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجائے،

---

1 ... پ2، البقرہ:144.

اس پر نماز کے دوران یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کو رضائے الٰہی قرار دیتے ہوئے اور چہرۂ انور کے حسین انداز کو قرآن میں بیان کرتے ہوئے آپ کی خواہش اور خوشی کے مطابق خانہ کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز ہی میں خانہ کعبہ کی طرف پھر گئے اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم نے بھی فوراً اسی طرف رُخ کرلیا اور اس طرح ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف ہوئیں اور دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کی گئیں۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

یہ آیت آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ خداوندی میں محبوبیت کی عظیم دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا و خوشنودی کیلئے قبلہ تبدیل فرمادیا۔ امام فخر الدین محمد رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں ”بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے قبلہ تبدیل فرمایا اور اس آیت میں یوں نہیں فرمایا کہ ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں میری رضا ہے بلکہ یوں ارشاد فرمایا:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا

ترجمہ: تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

گویا ارشاد فرمایا: اے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہر کوئی میری رضا کا طلبگار ہے اور میں دونوں جہاں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔(1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بلاشبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں اور بلاشبہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی بات اللہ تعالیٰ کے

---

(1)... تفسیر کبیر، 2/82.

حکم کے خلاف نہیں فرماتے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا چاہتا ہے۔(جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تابع فرمان تھے اور یہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھی مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قلب اقدس یہ چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ ہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا جوئی ہے، ان میں سے جس کا انکار ہو گا تو وہ قرآن عظیم کا انکار ہے۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کرتی ہیں ”مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ فِی ھَوَاكَ“ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتی ہوں کہ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔[1]

حدیثِ روز محشر میں ہے، رب عَزَّوَجَلَّ اولین و آخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمائے گا: ”کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ یَامُحَمَّدُ“ یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔[2]

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

امام الانبیاء، حبیبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبوبیت کی اور بھی بہت سی دلیلیں

1... بخاری، 3/303، حدیث:4788۔ 2... فتاوی رضویہ، 14/275، 276، ملخصاً۔

ہیں مثلاً جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے تا قیامت کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنادیا، اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے آپ کی امت پر پچاس نمازوں کو کم کرکے پانچ نمازیں فرض کردیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے بدر و حنین میں فرشتے اتارے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے معراج کی سیر کرائی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حوضِ کوثر عطا فرمایا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے قیامت کے دن امتیوں کے گناہ معاف فرمائے گا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشی کے لئے امتیوں کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، امتی پل صراط سے سلامتی سے گزریں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی (1)

ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ کیا خوب فرماتے ہیں:

تو جو چاہے تو ابھی میل مِرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

اور فرماتے ہیں:

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمۡ صدائے محمد

★... پ30، الضحیٰ:5.

درس نمبر:04

اسرارِ روزہ اور اس کی باطنی شرائط

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (1)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

روزے کی تعریف:

شریعت میں روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیّت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچا جائے۔

روزے کی تاریخ:

روزہ بہت قدیم عبادت ہے۔ حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام سے لے کر ہماری شریعت سمیت تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں، اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے۔ رمضان کے روزے 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے تھے۔ (2)

آیت کے آخر میں یہ بھی بتایا گیا کہ روزے کا مقصد **تقویٰ و پرہیز گاری کا حُصول** ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی

1... پ2، البقرۃ: 183. 2... درمختار، 3/383.

روک دیا جاتا ہے، اِس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مَشُق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوّت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے۔

تقویٰ کا معنٰی:

شریعت کی زبان میں تقویٰ کا عُمومی معنٰی یہ ہے کہ عذاب کا سبب بننے والی چیز یعنی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے نفس کو بچایا جائے۔ آداب کا خیال رکھے بغیر صرف بھوکا رہنے سے تقویٰ کی معمولی سی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی اس لئے کہ بھوک سے نفس کے تقاضے دب جاتے ہیں جس سے خواہشاتِ نفس میں کمی واقع ہوتی ہے لیکن اگر روزوں کے مقصدِ اصلی کو کامل طریقے سے حاصل کرنا ہے تو روزہ کامل طریقے سے رکھنا ہوگا اور کامل روزہ یہ ہے کہ روزے کے ظاہری آداب کے ساتھ اِس کے باطنی آداب بھی پورے کئے جائیں۔ باطنی آداب کا بیان احادیثِ طیّبہ میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ نبیِّ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزوں سے بھوک و پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ [1]

اس کا ایک معنٰی یہ ہے کوئی شخص روزہ رکھ کر حلال کھانے سے تو رُک جائے لیکن لوگوں کا گوشت کھاتا رہے یعنی غیبت کرتا رہے جو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ یہ بھی معنٰی ہے کہ حلال کھانے، پینے، جِماع سے تو خود کو بچائے لیکن حرام دیکھنے، بولنے، سننے، کرنے اور کمانے سے نہ بچے۔ ”حرام دیکھنا“ یوں کہ فلمیں ڈرامے دیکھے یا بازار وغیرہ میں بدنگاہی

1... مسند امام احمد، 3/307، حدیث:8865.

کرے۔ ”حرام بولنا“ یوں کہ گالی دے، جھوٹ بولے، الزام تراشی کرے۔ ”حرام سننا“ یوں کہ گانے سنے، غیبت کی طرف کان لگائے۔ ”حرام کرنا“ یوں کہ دوسروں کا دل دُکھانے، مار دھاڑ، طعن و تشنیع میں لگا رہے۔ ”حرام کمانا“ یوں کہ کاروبار میں جھوٹ، خیانت، ملاوٹ اور دھوکے سے باز نہ آئے یا نوکر پیشہ ہے تو رشوت کے بغیر کام نہ کرے یا اپنی ذمّہ داری پوری نہ کرے اور یوں اس کی تنخواہ میں حرام داخل ہو جائے۔ یہ سب وہ ہیں جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اگرچہ فرض سے بری الذّمّہ ہو جاتے ہیں۔ اَئمّہ دین نے روزے کے جو باطنی آداب بیان کئے ہیں اس کا اجمالی معنیٰ یہ ہے کہ تمام اعضا کا روزہ رکھا جائے یعنی انہیں گناہوں اور فضول کاموں سے بچایا جائے۔

اعضا کے روزوں کی تفصیل آداب کے عنوان سے بیان کی جاتی ہے:

پہلا ادب: نگاہیں جھکا کر رکھیں اور انہیں ہر مذموم و مکروہ چیز دیکھنے سے بچائیں اور دل کو ذِکرِ الٰہی سے غافل کرنے والی چیزوں کے متعلق سوچنے سے محفوظ رکھیں۔

دوسرا ادب: فُضول باتوں، جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش کلامی، بداخلاقی اور لڑائی جھگڑے سے زبان کی حفاظت کی جائے۔

تیسرا ادب: ہر ناجائز اور ناپسندیدہ چیز سننے سے کان بچے رہیں۔

چوتھا ادب: ہاتھ پاؤں و بقیّہ اعضائے جسمانی بھی گناہوں سے دور رہیں۔

پانچواں ادب: خالص حلال و پاکیزہ رزق سے اِفطاری کریں۔ حرام یا مشکوک مال سے افطار کرنے والا ایسے ہے جیسے وہ شخص جو گھر اچھی طرح تعمیر کرکے مکمل ہونے کے بعد اسے گرا دے، لہٰذا صرف حلال سے افطار ہو اور اس میں بھی اتنا زیادہ نہ کھایا جائے کہ

پیٹ بھر جائے اور مغرب و عشا اور تراویح پڑھنا ہی مشکل یا بے مزہ ہو جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھرے پیٹ سے زیادہ کوئی برتن ناپسند نہیں ہے۔ غور کریں کہ روزے کے ذریعے خدا کے دشمن ابلیس پر غَلَبہ اور نفسانی خواہشات کا توڑ کیسے ہو گا جبکہ روزہ دار دن کے وقت ہونے والی ساری کمی مع اضافے کے افطار کے وقت پورا کرلے۔ لوگوں کا معمول یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے لئے اَنواع و اَقسام کے کھانوں کے منصوبے بنائے جاتے ہیں اور جیسے کھانے پورا سال نہیں کھائے ہوتے ویسے اس مہینے میں کھائے جاتے ہیں، حالانکہ روزے کا مقصد بھوک کے ذریعے خواہش نفسانی کو مارنا ہے تاکہ نفس کو تقویٰ پر قوت حاصل ہو، لیکن جب صبح سے شام تک تو معدہ بھوکا رکھا جائے یہاں تک کہ کھانے کی خواہش پورے جوش پر پہنچ جائے، پھر اسے لذیذ کھانے دے کر سیر کیا جائے تو اس سے نفس کی لذت و خواہش و طاقت میں کمی کی بجائے بہت اضافہ ہو جائے گا اور نتیجے میں وہ خواہشات بھی ابھریں گی جو عام دنوں میں پیدا نہیں ہوتیں۔ روزے کی روح اور مقصد تو اِن قوتوں کو کمزور کرنا ہے جو برائیوں کی طرف لوٹانے میں شیطان کا ذریعہ ہیں اور یہ چیز کم کھانے سے حاصل ہوتی ہے جبکہ جو شخص اپنے سینے اور دل کے درمیان کھانے کا پردہ حائل کر دے تو وہ عالَمِ مَلَکُوت کے مُشاہدے سے پردے میں رہتا ہے۔

چھٹا ادب: افطار کے بعد روزہ دار کا دل امید و خوف کے درمیان مُتَرَدِّد رہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا روزہ قبول کرکے اسے مُقَرَّبین میں شامل کیا گیا ہے یا مُسْتَرد کرکے اُسے دُھتکارے ہوؤں میں داخل کیا گیا ہے؟ امید و خوف کی یہ کیفیت صرف روزے کے بعد نہیں بلکہ ہر عبادت سے فَراغت کے بعد قلبِ انسانی کی یہی کیفیت ہونی چاہئے۔

اِن آداب کے ساتھ ایک نہایت اہم چیز یہ بھی ہے کہ روزہ رکھتے وقت جیسے دل میں یہ نیت کرتے ہیں کہ میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں، اسی طرح دل میں یہ نیت بھی کرلیں کہ میں روزے کے ظاہری اور باطنی تمام آداب پورے کرکے روزے کا حقیقی مقصد یعنی تقویٰ حاصل کروں گا۔ اس کے علاوہ دن کے وقت بھی حُصولِ تقویٰ والی نیت دل میں دہراتے رہیں اور اپنے افعال و اقوال اور حالات پر نظر رکھیں کہ میں روزے کے باطنی آداب پورے کررہاہوں یا نہیں؟[1]

درس نمبر:05

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیارا کیسے بنیں؟

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[2]

ترجمہ: اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بعض کفار اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے تھے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کیونکہ محبتِ الٰہی کے دعویٰ میں سچائی کی علامت ہی یہی ہے ، اس کے بغیر تمہارا دعویٰ قابلِ قبول نہیں، اگر تم میری پیروی کروگے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی

1... اس مضمون کا اکثر حصہ اِحیاء العلوم، جلد1، ص234 تا 235 سے ماخوذ ہے۔ 2... پ3، اٰل عمرٰن: 31.

خاص عنایت یہ ہوگی کہ خود رب تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1) ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع اور پیروی کرے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حاضر ہوئے اور عرض کی: ہم یہودیوں کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں؟ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو! میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر آج حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔[1]

(2) رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی دو خصوصی عنایتیں ہوں گی، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنالے گا۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

لہٰذا جو محبوبِ الٰہی بننا اور گناہوں کی مغفرت کروانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے تمام اَقوال و افعال میں حضور پُرنُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کامل پیروی کرے۔

ترغیب کے لیے یہاں صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی اتباعِ رسول کے دو بے مثل واقعات ملاحظہ ہوں:

1... شعب الایمان، 1/199، حدیث: 176.

(1)حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک بار پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر آپ مسکرانے لگے اور ساتھیوں سے فرمایا: ایک بار حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس جگہ کے قریب ہی وضو فرمایا اور فراغت کے بعد مسکرائے تھے (تو میں نے انہی کی ادا کو ادا کیا ہے۔)[1]

(2)حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا ایک جگہ اپنی اونٹنی کو چکر لگوا رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: ''میں (اس کی حکمت) نہیں جانتا، مگر اس جگہ میں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایسا کرتے دیکھا تھا اس لئے میں بھی ایسا کر رہا ہوں۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

درس نمبر:06

اسلام ہی مدارِ نجات ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ[3]

ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا خالق، مالک، رازق اور پالنے والا ہے خواہ وہ کسی بھی دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا، وہی سب کو رزق دیتا اور سبھی کو حیات اور لوازماتِ حیات عطا فرماتا ہے۔ یہ سب سلسلۂ تکوین یا

1... مسند امام احمد، 1/130، حدیث: 415. 2... الشفاء، ص 15. 3... پ 3، اٰل عمرٰن: 19.

آسان الفاظ میں نظامِ کائنات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جانوروں کی طرح صرف کھانے، پینے اور خواہشات پوری کرنے کے لئے پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کے لئے ایک خاص مقصدِ حیات متعین فرمایاہے، اس لئے انہیں بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا بلکہ حقیقی کامیاب زندگی گزارنے، مقصدِ حیات کو پورا کرنے اور بارگاہِ الٰہی میں سرخرُو ہونے کے لئے انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے ذریعے اسلام کی صورت میں ہمیشہ ایک بہترین طریقہ عطا فرمایاہے اور اس سلسلۂ ہدایت کو اپنے آخری نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر مکمل فرمادیا۔اب انہی کی نبوت کا دور ہے اور انہی کی پیروی میں نجات ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معتبر صرف یہی دین "اسلام" ہے جیسا کہ درج بالا آیت میں بیان ہوا ہے۔مزید تفہیم کے لئے اسی بات کو کچھ تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے:

(1) اگرچہ ہر نبی کا دین اسلام ہی تھا لیکن اب اسلام سے مراد صرف وہ دین ہے جسے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لے کر آئے ہیں۔

(2) ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دینِ اسلام ہی وہ آخری دین ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے حتمی، فیصلہ کُن اور کامل دین قرار دیا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، ارشاد فرمایا:

اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا [1]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

---

[1]... پ6، المآئدہ: 3 .

(3) اس دینِ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز مقبول نہیں خواہ وہ بت پرستی، آتش پرستی، مَظاہر پرستی کا دین ہو یا کوئی آسمانی کہلانے والا دین، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [1]

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(4) ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیامت تک تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور آخرت کی کامیابی، جہنم سے چھٹکارا اور جنت کے حصول کی قطعی شرط اب نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانا ہے، جیسا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! اس اُمّت میں سے جو آدمی بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، میری نبوت کی خبر سنے، پھر وہ اس شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہے۔[2]

(5) جو دینِ اسلام پر نہیں یا اِس دین پر تھا اور پھر چھوڑ دیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ قرآن میں انتہائی واضح، صاف، صریح، غیر مبہم الفاظ میں ایک آدھ جگہ نہیں بلکہ سینکڑوں جگہ بیان فرما دیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ماننے والے یعنی مسلمان ہی نجات پانے والے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے منکر خواہ مشرک ہوں یا مرتد یا

★... پ3، اٰل عمران: 85 ⓿... مسلم، ص82، حدیث: 386.

دیگر اَدیان کے پیروکار وہ سب بلاشک وشبہ جہنمی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ [1]

ترجمہ: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن و حدیث کی قطعی تعلیمات و تصریحات کی روشنی میں درج ذیل عقائد ہمارے دین کے بنیادی عقائد ہیں:

(1) اِسلام ہی آخری، مقبول اور نجات دلانے والا دین ہے۔

(2) اِسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی پیروی کرنا خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں خواہ وہ سابقہ آسمانی دین ہو یا کفر و شرک کا کوئی اور دین۔

(3) کوئی شخص عبادات و اخلاقیات کی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے جب تک وہ مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا تب تک آخرت کے ثواب کا مستحق نہیں، ہاں دنیا میں اسے اچھے اعمال کا بدلہ مل سکتا ہے۔

(4) اللہ تعالٰی کے اِن فیصلوں کو ماننا فرض ہے اور اِن سے کسی طرح رُوگردانی کی اجازت نہیں۔ اللہ ہمیں اسلام پر اِستقامت عطا فرمائے اور حالتِ ایمان میں عافیت کی موت نصیب فرمائے، اٰمین۔

★... پ2، البقرۃ:217.

درس نمبر:07

عاشقوں کی عبادت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا[1]

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اس آیت میں حج کی فرضیت اور استطاعت کی شرط کا بیان ہے۔ حدیث میں استطاعت کی تشریح "زادِ راہ" اور "سواری" سے فرمائی ہے۔[2]

حج کا لغوی و شرعی معنیٰ:

حج کا لغوی معنی ہے کسی عظیم چیز کا قصد کرنا اور شرعی معنی یہ ہے کہ 9 ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کی فجر تک حج کی نیّت سے احرام باندھے ہوئے میدانِ عرفات میں وقوف کرنا اور 10 ذوالحجہ سے آخر عمر تک کسی بھی وقت کعبہ کا طواف زیارت کرنا حج ہے۔[3]

فرضیتِ حج کی شرائط:

عاقل، بالغ، آزاد، تندرست مسلمان پر حج فرض ہے جس کے پاس سفر حج اور پیچھے اپنے اہل و عیال کے اخراجات موجود ہوں۔ سواری یا اس کا خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ شرائط جب حج کے مہینوں میں پائی جائیں تو حج فِی نَفْسِہٖ فرض ہو جاتا ہے پھر کچھ شرائط

---

[1]... پ4، اٰل عمرٰن، 97. [2]... ترمذی، 5/6، حدیث: 3009.

[3]... درمختار، مع ردالمحتار 3/515-516 ملخصاً.

ادائیگی فرض ہونے کی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے خود ہی جانا فرض ہوتا ہے۔

حج کے فضائل:

حج کے کثیر فضائل ہیں:

(1)حج سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔[1]

(2)حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے زنگ کو مٹاتی ہے اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔[2]

حجِ فرض کے ترک پر سخت وعید ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا "جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعے وہ بیتُ اللہ تک پہنچ سکے اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔[3]

حج ایک منفرد عبادت ہے، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اسے "**عاشقوں کی عبادت**" بھی کہا جا سکتا ہے کہ حج کا لباس یعنی احرام اور دیگر معمولات جیسے طوافِ کعبہ، مِنٰی کا قیام اور عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرنا سب عشق و محبت کے انداز ہیں جیسے عاشق اپنے محبوب کی محبت میں ڈوب کر اپنے لباس، رہن سہن سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ویرانوں میں نکل جاتا ہے ایسے ہی خدا کے عاشق ایامِ حج میں اپنے معمول کے لباس اور رہن سہن چھوڑ کر محبتِ الٰہی میں گُم ہو کر عاشقانہ وضع اختیار کر لیتے ہیں، طواف کی صورت میں محبوبِ حقیقی کے گھر کے چکر لگاتے ہیں اور مِنٰی و عرفات کے ویرانوں میں نکل جاتے ہیں، نیز حج

---

1 مسلم، ص70، حدیث:321. 2... ترمذی، 2/218، حدیث:810.

3... ترمذی، 2/219، حدیث:812.

بار گاہِ خداوندی میں پیشی کے تصور کو بھی اُجاگر کرتا ہے کہ جیسے امیر و غریب، چھوٹا بڑا، شاہ و گدا سب بروزِ قیامت اپنی دنیوی پہچانوں کو چھوڑ کر عاجزانہ بار گاہِ الٰہی میں پیش ہوں گے ایسے ہی حج کے دن سب اپنے دنیوی تعارف اور شان و شوکت کو چھوڑ کر عاجزانہ حال میں میدانِ عرفات میں بار گاہِ خداوندی میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں وہ منظر اپنے عروج پر ہوتا ہے کہ

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

سفر حج سفر آخرت کی یاد بھی دلاتا ہے کہ جیسے آدمی موت کے بعد اپنے دنیوی ٹھاٹھ باٹھ چھوڑ کر صرف کفن پہنے آخرت کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے ایسے ہی حاجی اپنے رنگ برنگے، عمدہ اور مہنگے لباس اتار کر کفن سے ملتا جلتا دو سادہ سی چادروں پر مشتمل لباس پہن کر بار گاہِ خداوندی میں حاضری کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

درس نمبر:08

تقویٰ کیسے حاصل ہو؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے متعلق اہلِ ایمان کو بڑا واضح حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اب ہمارے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا ڈر (تقویٰ) اور اس ڈر پر مُواظبت (استقامت) کا حصول کیسے ہو؟ بنیادی بات یہ ہے کہ جب انسان اپنے نفس کی

1... پ4، آل عمرٰن:102.

مخالفت میں اس بات کا پختہ ارادہ کرلے کہ نفس کو گناہوں سے باز رکھے گا نیز گناہوں کے ساتھ ساتھ ضرورت سے زائد حلال اشیاء کے استعمال سے بھی بچ کر رہے گا اور آنکھ، زبان، شرمگاہ اور دل الغرض تمام اَعضاء کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو ان شاء اللہ اسے وہ تقویٰ حاصل ہو جائے گا جس کا اہلِ ایمان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

بنیادی اعضاء کا تقویٰ:

انسانی جسم میں چند اَعضاء کو بڑی بنیادی اور اصولی حیثیت حاصل ہے مثلاً آنکھ، کان، دل اور زبان وغیرہ، کیونکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ کئی گناہوں کا اِرتکاب اِنہی اعضاء سے ہوتا ہے۔ جب ان اعضاء کا تقویٰ حاصل ہو جائے تو امید ہے کہ تمام اعضاء تقویٰ کی صِفَت سے متّصِف ہو جائیں گے اور انسان صاحبانِ تقویٰ کی صف میں شامل ہو جائے گا۔ اب ان بنیادی اعضاء کے تقویٰ کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

آنکھ: بے شک آنکھ ہر فتنے اور آفت کے وقوع پذیر ہونے کا سبب بنتی ہے۔ آنکھ کے تقویٰ کے حصول کے بارے میں 2 بنیادی اسلامی تعلیمات پیشِ خدمت ہیں:

(1) فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (1)

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

یہ حکمِ الٰہی مختصر ہے، مگر اختصار کے باوجود اس میں دو نہایت خوبصورت معانی موجود

(1)... پ18، النور:30.

ہیں۔ **اوّل** یہ کہ اس میں ادب اور بہترین تہذیب سکھائی جارہی ہے کہ مؤمنین کو چاہئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو کچھ نیچا رکھیں۔ دوسرا معنیٰ یہ کہ اس آیت میں اِس چیز سے بھی خبردار کیا جارہا ہے کہ "یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے" نیز نیکیوں کو بڑھانے اور زیادہ کرنے والا ہے۔ اور یہ بڑی بدیہی (واضح) سی بات ہے کہ جب انسان اپنی نگاہوں کو بے لگام چھوڑ دے اور بے پرواہ ہو کر ہر طرف نظر اٹھانے کا عادی ہو جائے تو اس چیز کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ حرام کی طرف بھی نظر اٹھائے اور گناہ میں جا پڑے اور دل کو سیاہ کر بیٹھے۔ لہٰذا نگاہوں کو نیچا رکھنے میں ہی دلوں کی ستھرائی اور صفائی ہے۔

لطیف اشارہ: آنکھوں کے جھکا ہونے اور حیادار ہونے کو دل کی صفائی کا سبب قرار دیا گیا۔ پتا چلا کہ جب آنکھ بہکتی ہے تو اس کے نتیجے میں دل بھی بہکتا ہے، لہٰذا دل کی خرابی یا درستی آنکھ کے حیادار ہونے، نہ ہونے پر موقوف ہے۔ مروی ہے کہ "بندہ کبھی ایسی نظر اٹھاتا ہے کہ دل ایسا بگڑ جاتا ہے جیسے کھال بگڑ جاتی ہے، اب اُس (کھال) سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔"

(2) سیّدُ الاتقیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **عورت کے حُسن و جمال کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، تو جس نے اسے ترک کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے عبادت کا ایسا مزہ چکھائے گا جو (مزہ) اسے خوش کر دے گا۔**[1]

عبادت کی شیرینی اور مناجات کی لذّت سے درحقیقت اہلِ تقویٰ ہی واقف ہوتے ہیں۔ چونکہ آج کل تقویٰ کا فقدان ہے اس لئے عبادت میں لذّت اور سوز نہیں ہے۔

1... نوادر الاصول، حدیث: 1287.

مذکورہ حدیثِ مبارک میں اس نعمت کو پانے کا مجرب نسخہ عطا کر دیا گیا ہے لہٰذا جو شخص اپنی عبادت میں لُطف پانا چاہتا ہے وہ حدیثِ مبارک پر عمل کرے تو یقیناً ایسی حلاوت پائے گا جو اس سے قبل اس نے کبھی محسوس نہ کی ہو گی۔ خلاصہ ٔ کلام یہ ہے کہ تقویٰ جیسے نادِر خزانے کے حصول کے لئے اپنی آنکھوں کو حرام کی آلودگی سے بچانا لازمی ہے۔

کان: فحش اور فُضول گفتگو سننا دل میں وساوِس پیدا کرنے کا مُوجِب ہے اور انہی وسوسوں کے نتیجے میں ہمارے بدن میں اِضطراب، بے چینی اور عبادت میں دل نہ لگنے کی سنگین صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔ اِس کو دوسرے انداز میں یوں سمجھئے کہ کان میں پڑ کر دل میں اُترنے والی گفتگو پیٹ میں جانے والے کھانے کی طرح ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے کہ گفتگو کی تاثیر کھانے کے مقابلے میں دیر پا یعنی زیادہ دیر باقی رہتی ہے کیونکہ کھانا تو چہل قدمی اور نیند کے سبب ہضم ہو کر معدے سے خارج ہو جاتا ہے مگر اس کے برعکس دل میں داخل ہونے والی گفتگو بعض اوقات پوری زندگی کے لئے سامِع (یعنی سننے والے) کے ذہن میں راسخ اور مرتسِم (یعنی مضبوط اور نقش) ہو جاتی ہے جسے وہ بھول نہیں پاتا۔ اگر وہ نُقوش بُری باتوں پر مشتمل ہوں تو انسان کو عیب دار کرتے اور بُرے خیالات لانے کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا تقویٰ کے حصول کے لئے کانوں کو بُری اور فضول باتوں سے بچانا اَز حد ضروری ہے۔

زبان: ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف رکھتے ہیں؟ آپ نے اپنی زبان اقدس پکڑ کر ارشاد فرمایا: ”اِس (زبان) کا۔“[1]

1... ترمذی، 4/183، حدیث: 2415.

زبان ہی انسان کو ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیتی ہے اور یہی زبان انسانی کامیابی کا سبب بھی ہے۔ جنت میں داخل ہونا ہو یا جہنم کا ایندھن بننا ہو! اس زبان کا ہر دو طرح کے معاملے میں نہایت کلیدی کردار ہے۔ ہم یہاں زبان کے متعلق چند اہم نکات پیش کرتے ہیں تاکہ تقویٰ کے حصول میں زبان کے کردار کی اہمیت واضح ہو۔

(1) تمام اعضاء کا دُرست اور نادُرست رہنا اسی زبان پر موقوف ہے چنانچہ مروی ہے کہ "جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ تُو سیدھی رہنا کیونکہ اگر تُو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تُو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"[1]

(2) زبان کی حفاظت نہ کرنا اعمال کے ضِیاع (یعنی ضائع ہونے) کا سبب ہے کیونکہ زبان کے استعمال میں بے احتیاطیاں لامحالہ (لازمی) گناہوں کی طرف لے جانے والی ہیں مثلاً غیبت وغیرہ اور گناہوں کا ارتکاب تقویٰ کے منافی ہے۔ مقولہ ہے کہ "جو زیادہ بولتا ہے زیادہ غلَطیاں کرتا ہے۔"

(3) زبان کی حفاظت سے عزت و شان برقرار رہتی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے: اپنی زبان کو اتنا دراز مت کرو کہ تمہاری عزت و شان خراب ہو جائے۔

(4) اُخروِی انجام کو یاد کرکے زبان کو تقویٰ کی عادت ڈالئے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علماء اور طلبہ سے اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنی زبان سے

1... ترمذی، 4/184، حدیث: 2418.

لوگوں کی آبروریزی (یعنی بے عزتی) نہ کرو ورنہ جہنم کے کتے تمہیں پھاڑ ڈالیں گے۔[1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی مُتَّقِین کے صدقے اہلِ تقویٰ میں سے بنائے اور سیّد الاتقیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ”پیچھے پیچھے“ جنت میں داخلہ کی سعادت عطا فرمائے، آمین

درس نمبر: 09

اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور بندوں کے حقوق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ ﴿۳۶﴾[2]

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حقوق کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور عبادت کے جملہ طریقے اسی کے لئے خاص کر دیئے جائیں یعنی جانی، مالی، زبانی، قلبی، ظاہری، باطنی ہر طرح کی عبادت اُسی پاک پروردگار کے لئے خاص ہو اور کسی قسم کی عبادت میں اصلاً اس کے

1... الترغیب والترھیب، 1/50، حدیث: 59 . 2... پ 5، النسآء: 36.

ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

اور بندوں کے حقوق میں بنیادی اصول دوسروں کو تکلیف سے بچانا اور سہولت و راحت پہنچانا ہے۔ اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، بدکلامی اور بدگمانی سے بچیں، کسی کا عیب نہ بیان کریں، کسی پر الزام تراشی نہ کریں، تلخ کلامی سے بچیں، نرمی سے گفتگو کریں، مسکراہٹیں بکھیریں، جو اپنے لئے پسند کریں وہی دوسروں کے لئے پسند کریں، دوسروں کو اپنے شر سے بچائیں اور ان کے لئے باعثِ خیر بنیں۔۔۔ پھر بندوں کے حقوق میں درجہ بدرجہ تفصیل ہے مثلاً ماں باپ کا حق سب سے مقدم ہے اور کسی اجنبی کا حق سب سے آخر میں ہے۔ آیتِ کریمہ میں کثیر افراد کا احاطہ کیا گیا ہے جن میں والدین، رشتے دار، یتیم، محتاج، قریب اور دور کے پڑوسی، ساتھ بیٹھنے والے، مسافر، اجنبی لوگ، اپنے خادمین وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان کے جدا جدا حقوق یہ ہیں:

(1) والدین کے ساتھ احسان کرنا: ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ والدین کا ادب اور اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے، ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بقدرِ توفیق و استطاعت کمی نہ کرے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو۔ کسی نے پوچھا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔[1]

(2) رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا: ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ رشتہ داروں کے

1... مسلم، ص1060، حدیث: 6510.

ساتھ صلۂ رحمی کرے اور قطع تعلقی سے بچے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔[1]

حضرت جُبَیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رشتہ کاٹنے والا جنّت میں نہیں جائے گا۔[2]

صلہ رحمی کا مطلب بیان کرتے ہوئے صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: صلۂ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا، ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) حرام ہے۔[3]

(4،3) یتیموں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک کرنا: یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے۔ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یتیم کی کفالت کرے میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔[4]

اور مسکین سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی امداد کرے اور انہیں خالی ہاتھ نہ

1... بخاری، 2/10، حدیث: 2067. 0... مسلم، ص1062، حدیث: 6520.

1... بہارِ شریعت، حصہ16، 3/558 . 2... بخاری، 3/497، حدیث: 5304.

لوٹائے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بیوہ اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔[1]

(5)ہمسایوں سے حسنِ سلوک کرنا: قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔[2]

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔[3]

(6)پاس بیٹھنے والوں سے حسنِ سلوک کرنا: اس سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیقِ سفر، ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھے حتّٰی کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

(7)مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا: اس میں مہمان بھی داخل ہے۔ مسافر کی حاجت پوری کی جائے، راستہ پوچھے تو رہنمائی کی جائے اور مہمان کی خوش دلی سے خدمت کی

★... بخاری، 3/ 511، الحدیث: 5353. ❷... تفسیرات احمدیہ، ص 275.

❸... بخاری، 4/ 104، حدیث: 6014.

جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اِکرام کرے۔ (1)

(8) لونڈی غلام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا: ان سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ انہیں اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے اور کھانا کپڑا وغیرہ بقدرِ ضرورت دے۔ حدیث میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تو جو تم کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھلاؤ، جو لباس تم پہنتے ہو، ویسا ہی انہیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسا ہو تو تم بھی ساتھ میں ان کی مدد کرو۔ (2)

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾ ترجمہ: بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

کسی کو خود سے حقیر سمجھنا اور حق بات قبول نہ کرنا تکبر ہے، یہ انتہائی مذموم وصف اور کبیرہ گناہ ہے، حدیث میں ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہو گی، انہیں جہنم کے ”بُولَس“ نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں ”طِیْنَۃُ الْخَبَالْ“ یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔ (3)

1... مسلم، ص48، حدیث:173 2 .... مسلم، ص700، حدیث:4313.

3... ترمذی، 4 / 221، حدیث:2500.

اس آیتِ مبارکہ پر مزید دو اعتبار سے **تدبُّر** (غور و فکر) کریں: **ایک تدبُّر** یہ کہ اسلام کی تعلیمات کس قدر حسین اور جامع ہیں اور اسلام میں بندوں کے حقوق کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ **دوسرا تدبُّر** اس اعتبار سے کہ ہم اس آیت میں بیان کردہ احکام پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ اللہ کے حقِ عبادت کی ادائیگی میں ہماری کیا حالت ہے؟ اور بندوں کے حقوق پورا کرنے میں ہماری کیفیت کیا ہے؟ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری زندگی ہونی کیسی چاہئے؟

درس نمبر:10

عظیم ہستیوں کا قرب پانے کا سب سے بڑا ذریعہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ-وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا [1]

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سامنے

1... پ5، النسآء: 69 .

نہیں ہوتے تو اِنتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقامِ عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

اور انہیں تسکین دی گئی کہ منزلوں کے فرق کے باوجود فرمانبرداروں کو نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری اور مَعِیَّت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخلص فرمانبردار جنت میں اُن کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرے۔[2]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کا شوقِ رفاقت:

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رفاقت صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کو بہت محبوب تھی اور دنیا کی رفاقت کے ساتھ ساتھ اُخروی رفاقت کا شوق بھی ان کے دلوں میں رچا بسا تھا اور وہ اس کے لئے بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔ ذیلی سُطور میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کے شوقِ رفاقت کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رات کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وضو کے لئے پانی لایا کرتا اور دیگر خدمت بھی بجا لایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: سَلْ (مانگو)۔ میں نے عرض کیا: ''اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ'' میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے

1... خازن، 1/400. 2... ابوداؤد، 4/429، حدیث:5127.

جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کی: میرا مقصود تو وہی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تو پھر زیادہ سجدے کرکے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔[1]

جنگِ اُحد کے موقع پر حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ ”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ“ یااللہ عَزَّوَجَلَّ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔[2]

عاشقوں کے امام حضرت بلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ شدتِ غم سے فرمانے لگیں: ہائے غم۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: واہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل ہم اپنے محبوب آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے اصحاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُم سے ملاقات کریں گے۔[3]

ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حضرت ہاشم بن عتبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فرمایا: ”اے ہاشم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ! تم جنت سے بھاگتے ہو حالانکہ جنت تو تلواروں (کے سائے) میں ہے۔ آج میں اپنی محبوب ترین ہستیوں محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے

1... مسلم، ص199، حدیث:1094۔ 2... طبقات ابن سعد، 8/305۔ 3... سیرت حلبیہ، 1/422۔

ساتھیوں سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ اسی جنگ میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے شہادت پائی۔[1]

جب حضرت خباب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیمار ہوئے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے (جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے) تو فرمایا: "تم خوش ہو جاؤ، کل تم محبوب ترین ہستی محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم سے ملاقات کروگے۔[2]

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے شوقِ رفاقت کے صدقے ہمیں بھی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رفاقت قبر و حشر اور جنت میں نصیب فرمائے۔ اٰمین۔

اس آیت میں صِدّیقین کا لفظ آیا ہے۔ **صدیقین** انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے مُتَّبِعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اُن کی راہ پر قائم رہیں۔ اس کے بہت سے درجات ہیں: (1) گفتگو میں صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) عَزم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔ ان معانی کے اعتبار سے صادقین کے بہت سے درجات ہیں۔ **شہداء** سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں **اور صالحین سے** مراد وہ دیندار لوگ ہیں جو حق العِباد اور حقُّ اللہ دونوں ادا کریں اور اُن کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا جنت میں قرب پانے کا قرآن میں بیان کردہ سب سے بڑا اور مفید طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل اطاعت ہے اور کامل اطاعت یہ ہے کہ ظاہر و باطن، خلوت و جلوت

★... اسد الغابہ، 4/144. ❷... البدایہ والنہایہ، 5/417.

میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، آداب و قلبی احوال، حلال و حرام کے جملہ احکام میں نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

درس نمبر: 11

معجزاتِ مصطفیٰ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا [1]

ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

یہاں آیت میں "بُرْهَان" سے مراد ایک قول کے مطابق قرآنِ مجید ہے اور جمہور مفسرین کے مطابق اس سے مراد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔

حضرت سفیان ثوری، امام ابنِ جریر طبری، امام رازی اور علامہ قرطبی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِم نے فرمایا کہ "بُرْهَان" سے مراد حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور امام ابو حیان رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْه کا فرمان ہے: اَلْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّ الْبُرْهَانَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ آیت میں "بُرْهَان" سے مراد محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزہ عطا فرمایا اور ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب سے زیادہ معجزات عطا کئے حتی کہ آپ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔ معجزہ کا لفظی معنیٰ ہے: "عاجز کر دینے والی شے" معجزہ ظاہری اسباب و عادت سے ہٹ کر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ خلافِ

1... پ6، النسآء: 174 2 .... البحر المحیط، 3/570.

عادت و اسباب کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دنیا کے ظاہری اسباب کے بغیر اور روٹین میں ایسا نہیں ہوتا جیسے کوئی زمین کو اشارہ کرے تو اس سے پانی کا چشمہ ابل پڑے۔

عادت و اسباب سے ہٹ کر جو موافق چیز واقع ہو اس کی پانچ قسمیں ہیں:

(1) اِرہاص: نبی سے جو خلافِ عادت بات اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو اِرہاص کہتے ہیں جیسے پتھر کا سلام کہنا،

(2) معجزہ: نبی سے اعلانِ نبوت کے بعد ایسی خلافِ اسباب و عادت ظاہر ہونے والی چیز جس کی مثل لانے سے منکرین عاجز ہوں جیسے انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا،

(3) کرامت: ولی سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں جیسے دور دراز سے مدد کرنا،

(4) معونت: عام مومنین سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اس کو معونت کہتے ہیں جیسے بھوک کے وقت غیب سے کھانا ظاہر ہو جانا،

(5) استدراج: بے باک فجار یا کفار سے جو بات ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں جیسے ہوا میں اڑنا۔[1]

ارہاص و معجزہ دونوں کا تعلق نبی ہی سے ہوتا ہے البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ اِرہاص اعلانِ نبوت سے پہلے اور معجزہ اعلانِ نبوت کے بعد ہوتا ہے جیسے نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اعلانِ نبوت سے پہلے آپ پر بادلوں کا سایہ کرنا یا شقِ صدر (یعنی فرشتوں کا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سینہ اقدس کھولنا) اِرہاصات ہیں جبکہ اعلانِ نبوت کے بعد شقِ صدر معجزہ ہے۔

1... بہارِ شریعت، 1 / 58 والنبراس، ص272 مع التسہیل.

معجزے کے لئے قرآنِ مجید میں آیت، بَیِّنَہ، برہان، تائید و نصرت مِنَ اللہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ معجزے کی حکمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی تائید و تصدیق ہے کہ یہ سچا نبی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرے اور کہے کہ بادشاہ میرے اس نمائندہ ہونے کی تصدیق کے طور پر میری بات مانے گا پھر واقعی اس کے کہنے پر بادشاہ کسی کی سزا معاف کر دے یا کسی کو خزانہ دیدے۔

تمام نبیوں کو معجزات عطا کئے گئے جن میں متعدد کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے اور ائمہ دین کی تصریحات کے مطابق سب نبیوں کو معجزات ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے توسُّل ہی سے ملے جیسے امام بوصیری فرماتے ہیں:

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِہَا　　فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِہٖ بِہِمِ

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ہُمْ کَوَاکِبُہَا　　یُظْہِرْنَ اَنْوَارَہَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

ترجمہ:(۱) تمام معجزات جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام لائے وہ ان کو ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور ہی کے فیضان سے ملے۔

(۲) ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فضلِ الٰہی کے روشن آفتاب ہیں جبکہ بقیہ سارے نبی اِس آفتاب کے چمکتے ستارے ہیں جن کے انوار لوگوں پر تاریکیوں میں چمکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَہ فرماتے ہیں:

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اور یہ بات سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 81 یعنی میثاقِ انبیاء والی آیت سے ظاہر ہے

اور یہی بات حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ارشاد فرمائی: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعۡطِی ترجمہ: میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔[1]

یہاں نہ تو خدا کے دینے میں حد ہے اور نہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تقسیم کرنے میں اور نہ لینے والوں میں۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر انبیاء کے معجزات میں متعدّد فرق:

پہلا فرق: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہر نبی سے **افضل معجزہ ملا**، مثلاً معراجِ ابراہیم اور معراجِ مصطفٰی کا فرق دیکھیں۔ وہاں سیّدُنا ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَام کو زمین پر کھڑا کرکے آسمانوں وزمین کی نشانیاں دکھائیں، فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ[2]

ترجمہ: اوراسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں۔

اور یہاں افضل ترین فرشتہ بھیج کر، اپنے حبیب عَلَیۡہِ السَّلَام کو نیند سے جگا کر، آسمانوں سے اوپر بلا کر معراج کا شرف عطا کیا،

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا[3]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور سورۂ نجم میں آسمانوں سے اوپر جانے کا تذکرہ ہے۔

یونہی حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کو **معجزۂ کلام** عطا فرمایا:

1... بخاری، 1 / 43، حدیث: 71 . 2... پ7، الانعام: 75 . 3... پ15، بنی اسرائیل: 1 .

وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [1]

ترجمہ: اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

لیکن مطالبۂ دیدار پر منع کر دیا:

رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ [2]

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کر لوں۔ (اللہ نے) فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

جبکہ اپنے حبیب عَلَیْہِ السَّلَام کو بغیر عرض و درخواست کے خود اپنے پاس بلا کر دیدار کا شرف عطا کیا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ(۸) فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ(۹) فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى [3]

ترجمہ: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔

اور فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى [4]

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

دوسرا فرق: حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو سب سے زیادہ معجزات ملے جیسا کہ کتبِ احادیث و فضائل مثلاً دلائلُ النبوَّۃ، خصائصِ کبریٰ اور حُجَّۃُ اللهِ عَلَى الْعَالَمِين کے مطالعے سے ظاہر ہے نیز اولیاء کی کرامات بھی اپنے نبی کا معجزہ ہی ہوتی ہیں کہ انہی کی پیروی کی برکت سے یہ مقام ملتا ہے اور امتِ محمدیہ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے اولیاءِ کرام کی کرامات شمار سے

---

❶...پ6، النسآء:164 ❷...پ9، الاعراف:143 ❸...پ27، النجم:8 تا10 ❹...پ27، النجم:17.

باہر ہیں اور یہ سب کرامات حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات ہیں۔

تیسرا فرق: نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کئی معجزات ایسے ہیں کہ ایک معجزے میں بہت سے معجزے ہیں جیسے قرآن اور معراج کہ یہ دو معجزے ہیں لیکن ان دونوں کے ضمن میں بے شمار معجزات موجود ہیں۔

چوتھا فرق: ہر نبی کے زمانے میں جو چیز رائج تھی اس نبی کو اس سے ملتا جلتا معجزہ دیا گیا جیسے زمانۂ موسیٰ میں جادو کا زور تھا، زمانۂ سلیمان میں جنات اور جادو کی کثرت تھی، زمانۂ عیسیٰ میں طب ترقی پر تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی لوگوں کو اسی طرح کی چیزوں میں عاجز کر دینے والے معجزات دیئے اور چونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیامت تک واجب الاتباع نبی ہیں تو فصاحت، جادو، طب، طاقت، سائنس، سیٹلائٹ سب قسموں کے معجزات دیئے مثلاً فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں فصیح و بلیغ قرآن دیا جس جیسی ایک چھوٹی سی سورت بنانا بھی ممکن نہیں۔ جادوگر کہا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا جو کوئی جادوگر نہیں کر سکتا۔ طب نے ترقی کرنی تھی تو آقا کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہاتھ سے چھو کر اور لعابِ دہن سے بیماروں کو شِفایاب کر دیا۔ سائنس کا خَلائی سفر کا زمانہ آنا تھا تو مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج کا معجزہ دیا گیا۔ سیٹلائٹ کا زمانہ آنا تھا تو ساری کائنات کو آپ کے سامنے کر دیا، چنانچہ فرمایا: ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا بلند کر دی تو میں اس کی طرف اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنا یہ ہاتھ دیکھتا ہوں۔ (1)

---

(1)... معجم کبیر، 13/318، حدیث: 14112.

اور فرمایا: ترجمہ: تو میرے لئے ہر شے خوب ظاہر ہو گئی اور میں نے جان لیا۔[1]

حسنِ یُوسُف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ کے پاس یوسف عَلَیْهِ السَّلَام کا حسن، عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی شفا بخشی کی طاقت اور موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کے چمکتے ہاتھ والا معجزہ ہے۔ جو خوبیاں دیگر تمام انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام میں تھیں وہ سب آپ کی ذات میں موجود ہیں۔

درس نمبر: 12

نیکی پر مدد اور گناہ پر مدد نہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ[2]

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے: (1) نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (2) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ بِرّ سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اِثْم سے مراد گناہ ہے اور عُدْوَان سے

1... ترمذی، 5/221، حدیث: 3235۔ 2... پ6، المائدہ: 2.

مراد ہے اللہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔[1]

ایک قول یہ ہے کہ اِثْم سے مراد کفر ہے اور عُدْوَان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: نیکی سے مراد سنت کی پیروی کرنا ہے۔[3]

حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نیکی حُسنِ اَخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔[4]

یہ انتہائی جامع آیت مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام انواع واقسام داخل ہیں اور اِثْم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ عِلْمِ دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دِیْنِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک وملت کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک (Social Work) اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہیں۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام

1... جلالین، ص94. 0... خازن، 1/461. 1... صاوی، 2/469. 2... ترمذی، 4/173، حدیث2396.

و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ سُبْحٰنَ اللہ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گروں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اُسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ افسوس، فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جاچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ [1]

درس نمبر: 13

اعمال میں اعتدال سے کام لیجئے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ [2]

ترجمہ: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھم کی ایک جماعت سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وعظ سن کر ایک روز حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے ہاں جمع ہوئی اور اُنہوں نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور اس پر اتفاق کیا کہ وہ

1... صراط الجنان فی تفسیر القرآن، 2/378. 2... پ7، المائدہ:87.

ٹاٹ پہنیں گے اور ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزارا کریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے اور گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے اور عورتوں سے جدا رہیں گے نیز خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس ارادہ سے روک دیا گیا۔[1]

احادیثِ مبارکہ میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعتدال کا حکم فرمایا اور عبادت کرنے میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا، جیسے:

(1) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا فرماتی ہیں: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت حولاء بنتِ تُوَیت رَضِیَ اللہُ عَنْہا ان کے پاس سے گزریں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: یہ حولاء بنت تُوَیت (رَضِیَ اللہُ عَنْہا) ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کر سکو، بخدا! اللہ تعالیٰ نہیں اکتائے گا لیکن تم اکتا جاؤ گے۔[2]

(2) حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف لائے، اس وقت مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی تانی ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہم نے عرض کی: یہ حضرت زینب رَضِیَ اللہُ عَنْہا کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور جب ان پر تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے

1... تفسیر قرطبی، 3/156. 2... مسلم، ص394، حدیث: 220.

تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔ (1)

(3) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور ہر رات قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا تھا، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلوایا، میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات قرآنِ مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا ارادہ کیا ہے۔ سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم مہینے میں صرف تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی! حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے کس طرح تھے؟ ارشاد فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور فرمایا: ہر ماہ میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا:

1... مسلم، ص 394، حدیث: 219 .

پھر بیس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کر لو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: پھر دس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کر لو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: پھر سات دن میں قرآنِ پاک ختم کر لو اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ [(1)]

یاد رہے کہ حلال چیزوں کو ترک کرنا جائز ہوتا ہے کہ ان کا کرنا کوئی فرض و واجب نہیں ہوتا لیکن جس طرح حرام کو گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کیا جاتا ہے اس طرح حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ نیز کسی حلال چیز کے متعلق بطورِ مبالغہ یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ ہم نے اس کو اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے۔ صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم سے جو بہت سی چیزوں کو ترک کرنے کے واقعات ملتے ہیں وہ بطورِ علاج ہیں یعنی جس طرح بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتے ہوئے کئی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی طرح صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم نفس کے علاج کیلئے بعض حلال چیزوں کو حلال سمجھنے کے باوجود ترک کر دیتے ہیں، لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت تو ہے لیکن یہ اجازت نہیں کہ ان کے ساتھ حرام جیسا سلوک کیا جائے۔

اس آیتِ مبارکہ میں پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دینے سے منع فرمایا، اس سے ان لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی طرف منسوب ہر چیز پر حرام کے فتوے دینے پر لگے رہتے ہیں اور ہر چیز میں انہیں شرک ہی سوجھتا ہے۔

1... مسلم، ص585، حدیث:1159.

درس نمبر:14

جنت میں لے جانے والا عمل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ [1]

ترجمہ: اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے دنیا میں سچ بولا تھا ان کا سچ قیامت کے دن انہیں کام آئے گا اور انہیں نفع دے گا کیونکہ عمل کا مقام دنیا ہے آخرت نہیں کہ آخرت تو جزا ملنے کا دن ہے۔ مزید فرمایا کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اللہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے کہ اس نے انہیں اپنی رحمت سے ثواب عطا فرمایا۔ یہی بڑی کامیابی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہوئے، انہیں رضائے الٰہی نصیب ہوئی اور جہنم سے نجات پا گئے۔

آیت میں صادقین سے مراد انبیاء و مرسلین عَلَیْهِمُ السَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے

1... پ7، المائدہ:119.

مؤمنین مراد ہیں، کفار کا دنیا میں سچ بولنا قیامت کے دن کے ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

سچائی کی برکت:

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سچ نفع دے گا تو جھوٹ اور ریاکاری کسی صورت نفع نہ دے گی لہٰذا عقلمند انسان کو چاہئے کہ سچائی کے راستے پر چلنے کی خوب کوشش کرے کیونکہ ایمان کے بعد سچائی کو اختیار کرنا بندے کو نیک اعمال کی طرف راغب کرتا ہے۔[1]

احادیث میں بھی سچائی کے کثیر فضائل و برکات اور جھوٹ بولنے کے نقصانات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ حضرت عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سچائی کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔[2]

حضرت عبدُاللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہما فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، جنت میں لے جانے والا عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: سچ بولنا؛ بندہ جب سچ بولتا ہے تو نیکی کرتا

1... روح البیان، 2/467. 2... مسلم، ص: 1405 ، حدیث: 2607 .

ہے اور جب نیکی کرتا ہے محفوظ ہو جاتا ہے اور جب محفوظ ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، جہنم میں لے جانے والا عمل کون سا ہے ؟ ارشاد فرمایا: جھوٹ بولنا؛ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو ناشکری کرتا ہے اور جب ناشکری کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے ، سچائی کے راستے کو اختیار کرنے اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

درس نمبر: 15

شیطانوں کی دو قسمیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ وَ الْجِنِّ غُرُوْرًا[2]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن بنایا، انسانوں اور جنّوں کے شیطانوں کو، ان میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے۔

شیطان دو قسم کے ہیں: (1) **شیاطین الجن**، یعنی وہ شیاطین جن کا تعلق جنّات سے ہے، جیسے ابلیس لعین اور اس کی اولاد۔ (2) شیاطین الانس، یعنی وہ شیاطین جن کا تعلق انسانوں سے ہے اور یہ کفر و گمراہی کی طرف بلانے والے انسان ہیں۔

1... مسند امام احمد، 2/589، حدیث: 6652۔ 2... پ8، الانعام: 112۔

یہی حقیقت احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فرمایا: ”شیطان آدمیوں اور شیطان جنّوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔“ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔[1]

ائمہِ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی لوگوں کے لئے شیطان جن سے زیادہ سخت (یعنی نقصان دِہ) ہوتا ہے۔[2]

اور ائمہِ دین کی اس بات کی تائید آیت مبارکہ کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ الفاظِ قرآنی میں ”شیاطین“ کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے ”انسان“ کا لفظ پہلے ہے اور ”جنّات“ کا بعد میں۔

ان دونوں قسموں کے شیاطین سے بچنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ جن میں سے ایک آسان طریقہ حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا کہ ”جب شیطان وسوسہ ڈالے تو اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تُو جھوٹا ہے۔“[3]

مثلاً جنّات والا شیطان دل میں خیال ڈالے کہ اسلام مکمل دین نہیں ہے، یا آخرت کی نجات کے لئے اسلام ضروری نہیں یا شریعت پر عمل کریں گے تو زِندگی مشکل ہو جائے گی، تو شیطان کے اِس وسوسے پر اُسے فوراً کہیں کہ تو جھوٹا ہے۔ یونہی اگر انسانوں میں سے کوئی شیطان ایسی باتیں کرے مثلاً کہے کہ معاشی ترقی سود کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے یا ترقی و خوشحالی کے لیے قرآن و حدیث کے پرانے حقیقی معانی بدلنا ضروری ہیں، یا اقوامِ عالَم میں عزت و مقام پانے کے لیے اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کو اپنانا ضروری ہے، تو

1... مسند امام احمد، 8/132، حدیث: 21608. 2... تفسیر طبری، 12/753.
3... مسند امام احمد، 4/74، حدیث: 11320.

ایسے انسانی شیطان کو بھی کہہ دیا جائے کہ تُو جھوٹا ہے اور میرے نزدیک اسلام ہی حق ہے اور قرآن و حدیث کی ہِدایت ہی حقیقی ہِدایت ہے اور دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات اسی پر عمل کرنے میں ہے اور قرآن و حدیث کے وہی معانی درست ہیں، جو بزرگانِ دین ہمیشہ سے بیان کرتے آئے ہیں۔

چونکہ ائمہ ِملّت و ناصحینِ امّت نے انسانی شیطانوں کو زیادہ خطرناک قرار دیا ہے۔ اس لئے ان سے بچنے کی زیادہ کوشش کرنی چاہیے اور اس کے طریقے ہمیں قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں چنانچہ ایک جگہ حکم دیا گیا ہے کہ دین کا مذاق اُڑانے والوں اور ایمان برباد کرنے والے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو جیسا کہ حکمِ خداوندی ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ (1)

ترجمہ: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرماچکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہوجائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنّم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اور حدیث مبارک میں گمراہ لوگوں کی باتیں سننے بلکہ ان کے قریب جانے اور انہیں اپنے پاس آنے سے بھی روکنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: آخر زمانے میں دجّال کذّاب (انتہائی دھوکے باز، سخت جھوٹے) لوگ ہوں گے،

---

(1)... پ5، النساء:140.

کہ تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ان لوگوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔[1]

آیت و حدیث کے حکم پر غور فرمائیں کہ دین کو حقیر سمجھنے اور اس کا مذاق اُڑانے والوں کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا اور ساتھ ہی یہ شدید وعید بھی سُنائی، کہ جو ان کی خلافِ اسلام باتوں کے وقت ان کے پاس بیٹھتا اور ان کی باتیں سنتا ہے تو وہ بھی انہی جیسا ہے، اور انہی جیسا ہونے کی وعید عقل و مشاہدے سے بھی سمجھ آتی ہے کہ عوام تو عوام، بعض اوقات اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگ گمراہ کُن لوگوں کی باتیں سن کر آہستہ آہستہ متاثر ہوتے ہیں اور بالآخر وہی عقائد اپنا کر گمراہی کے گڑھے میں جا پڑتے ہیں، اگرچہ وہ اپنی ناسمجھی اور کم علمی سے گُمان کرتے ہیں کہ ہم تو پکے مسلمان ہیں، ہم پر اُن کی باتوں کا کیسے اثر ہو سکتا ہے؟ اس نہ متاثر ہونے کی سوچ رکھنے والے لوگوں کے لئے نیچے بیان کردہ حدیث بہترین رہنمائی ہے۔ امت کے خیر خواہ، ہمارے آقا و مولا، رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہِدایت نشان ہے، "جو دجّال کی خبر سنے اس پر واجب ہے کہ اس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم! آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں (یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا) وہاں اس کے دھوکوں میں پڑ کر اسی کا پیروکار ہو جائے گا۔[2]

یاد رکھیں کہ حدیث میں دجّال کے پاس جانے سے گمراہ ہونے کا جو خدشہ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف سب سے بڑے کانے دجّال کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، بلکہ ہر طرح کے دجّال کا

1... مسلم، ص17، حدیث:16. 2... ابو داؤد، 4/157، حدیث:4319.

معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے اور گمراہی کی طرف بلانے والا ہر فرد اِسی زُمرے میں داخل ہے۔

آج کل صورتِ حال بڑی نازک ہے، پرنٹ والیکٹرونک میڈیا اور یونہی سوشل میڈیا پر ہر شخص اپنی بات کرنے میں آزاد بیٹھا ہے۔ کوئی ڈھکے چھپے الفاظ میں اِسلام کا مذاق اڑا رہا ہے، تو کوئی کھلے الفاظ میں اسلامی احکام کو قبائلی زمانے کی باتیں قرار دیتا ہے، کسی کو سود خوری جائز نظر آتی ہے، تو کوئی بے پردگی کی تائید میں دلائل دے رہا ہے۔ کسی کو موسیقی میں کوئی قباحت نظر نہیں آرہی اور کسی کو گانے باجے کے بغیر دین خشک سا محسوس ہوتا ہے۔ کسی کو مذہبی وضع قطع والے ایک آنکھ نہیں بھاتے تو کسی کو علماء کا شرعی احکام بتانا ہی زہر لگتا ہے۔ کسی کو داڑھی والے مشکوک وغیر معتبر نظر آتے ہیں تو کوئی داڑھی رکھنے کو معاذاللہ فاسقوں کی نشانی قرار دے رہا ہے، کوئی اَحادیث کو مذہبی داستانیں قرار دے کر کھلم کھلا انکار کر رہا ہے تو کوئی تھوڑا سا گھما پھرا کر احادیث کو صرف تاریخی ریکارڈ کہہ کر انکارِ حدیث کا مقصد پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کسی کی نظر میں ائمہ دین کے اِجتہاد آج کے دَور میں ناکارہ ہیں، تو کسی کے خیال میں قرآن و حدیث ہی اب ناقابلِ عمل ہو چکے ہیں۔ کوئی مفسّرین و محدّثین و فقہاء کے کاموں کو رَدی کی ٹوکری قرار دیتا ہے، تو کسی کی نظر میں مسلمانوں کے سارے علمی کارنامے قصّہ پارینہ بن چکے ہیں، بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بعض لوگ کہنے لگے ہیں کہ آخرت میں نجات کے لئے اِسلام کوئی ضروری نہیں۔ معاذاللہ۔

دینی علوم سے محروم، صرف اسکول، کالج کی تعلیم رکھنے والے دعوت دے رہے ہیں کہ دین صرف ہم سے سیکھو، جبکہ اسکرین پر جلوہ نما ہونے والے دین کی الف، بے نہ جاننے کے باوجود دین کے ہر معاملے میں رائے دینا اپنا حق سمجھتے اور اس رائے کو قبول کرنا

دوسروں کے لئے فرض قرار دیتے ہیں، جبکہ جن حضرات کی رائے حقیقت میں معتبر ہے یعنی علماء دین اور مفتیانِ شرعِ متین، ان کی رائے کو یکسر فضول کہہ دیا جاتا ہے بلکہ علماء دین کے بولنے پر ہی اعتراض ہے کہ یہ مولوی ہمیں دین سکھانے والے کون ہوتے ہیں؟ الامان والحفیظ۔

الغرض دین سے دور کرنے والے، مسلمانوں کے دین وایمان سے کھیلنے والے اور ان کی عقیدت و اعتقاد میں نقب زنی کرنے کی کوشش کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں اور ایسی ہی صورت حال کی غیبی خبر ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دے چکے ہیں چنانچہ فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایسے سال آئیں گے کہ جن میں دھوکہ ہی دھوکہ ہو گا، جس میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور رُوَیْبِضَہ خوب بولے گا۔ عرض کی گئی: رُوَیْبِضَہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کے اہم معاملات میں مداخلت کرنے والا حقیر اور کمینہ شخص۔[1]

ایسے لوگوں کو روکنا اور سمجھانا دونوں بہت مشکل ہیں، لیکن یہ تو ممکن ہے کہ ہم قرآن وحدیث کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھیں، نہ ان کی باتیں سنیں اور نہ ہی تحریریں پڑھیں، ورنہ یاد رکھئے کہ آج کا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے اور ایمان کے لٹیرے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر اپنے ایمان کی فکر نہ کی اور ہر کسی کی تحریر و تقریر پڑھنے، سننے میں لگے رہے تو کہیں ہمارا قیمتی ترین اثاثہ یعنی ایمان نہ چھن جائے، لہٰذا عافیت و نجات اسی میں ہے کہ جنّاتی شیاطین سے زیادہ انسانی شیاطین سے خود کو دور رکھیں۔

1... ابنِ ماجہ، 4/377، حدیث: 4036.

درس نمبر:16

ظاہری و باطنی گناہ چھوڑنے کا حکم

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ[1]

ترجمہ: اور ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں انہیں عنقریب ان گناہوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کا وہ اِرتکاب کرتے تھے۔

ظاہری اور باطنی گناہ کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(1) ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں کہ جن کا ارتکاب اعلانیہ اور مجمعِ عام میں ہو اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو چھپ کر کئے جائیں۔

(2) ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو ظاہری اعضاء سے کئے جائیں اور باطنی گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو دل سے کئے جائیں جیسے حسد، تکبر، ریاکاری، بغض و کینہ، بدگمانی اور برے کاموں کو پسند کرنا وغیرہ۔[2]

اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں ہر طرح کے گناہوں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے گناہ کا تعلق جسم سے ہو یا دل سے یا نیت و ارادہ سے، علانیہ گناہ ہو یا چھپ کر۔ مزید فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کام کرتے اور ان گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں تو انہیں عنقریب آخرت میں دنیا میں کئے ہوئے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔[3]

---

❶... پ8، الانعام:120 ❷ ... صاوی، 2/623. ❸... خازن، 2/51.

یاد رہے کہ جس مسلمان نے مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلی تو اسے آخرت میں سزا نہ ہو گی البتہ جس مسلمان نے اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دے دے اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کر دے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہونے کی امید باندھ کر گناہوں میں مصروف رہنا انتہائی نادانی ہے کیونکہ گناہگاروں کی ایک تعداد ضرور جہنم میں جائے گی اور کوئی گناہگار یہ نہیں جانتا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو یقینی طور پر معاف کر دے گا۔ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: بیشک سب گناہ گار مشیت کے خطرے میں ہیں بلکہ اطاعت گزار بھی نہیں جانتے کہ ان کا خاتمہ کیسا ہو گا تو اے گناہگارو! تم دھوکے میں مت رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہر گناہگار کو حاصل نہ ہو گی اور نہ ہی تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں معاف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔[1]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو انسان یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ میں مومن ہوں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہ معاف کر دے گا تو اسے یہ تصور کرنا چاہئے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف نہ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب انسان اطاعت نہ کرے تو اس کا ایمانی درخت کمزور و ناتواں ہو جائے اور نزع کے وقت موت کی سختیوں کے تند جھونکوں سے اکھڑ جائے کیونکہ ایمان ایک ایسا درخت ہے جس کی پرورش عبادت کے پانی سے ہوتی ہے اور جب اسے یہ پانی نہ ملا اور اس نے قوت نہ پکڑی تو اس کے اکھڑ جانے

1... روح البیان، 3/ 94.

کے خطرات ہر وقت اس پر منڈلاتے رہیں گے۔ اگر وہ اپنا ایمان سلامت لے گیا تو یہ بھی امکان ہے کہ اللہ تعالٰی اسے بخش دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے عذاب میں مبتلاء کر دے، لہٰذا اس آسرے میں بیٹھے رہنا کہ اللہ تعالٰی مجھے بخش دے گا بہت بڑی حماقت ہے اور اِس شخص کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو اپنے مال و اسباب کو تباہ کر کے اور بال بچوں کو بھوکا چھوڑ کر یہ خیال کرے کہ شاید ویرانے میں خزانہ مل جائے یا اِس شخص کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو کسی ایسے شہر میں رہ رہا ہو جسے لوٹا جا رہا ہو اور وہ اپنے خزانے اس امید پر نہ چھپائے کہ ہو سکتا ہے جب لوٹنے والا ہمارے گھر میں آئے تو وہ آتے ہی مر جائے گا یا اندھا ہو جائے گا یا وہ میرے گھر کو دیکھ نہ سکے گا، یہ سب باتیں اگرچہ ممکن ہیں لیکن ان پر اعتماد کرنا اور احتیاط سے ہاتھ اٹھالینا حماقت ہے۔[1]

آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: گناہ ایمان کے لیے اس طرح (نقصان دہ) ہیں جیسے مضرِ صحت کھانے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، وہ معدے میں جمع ہوتے رہتے ہیں حتی کہ اَخلاط (یعنی صفراء، بلغم وغیرہ) مزاج کو بدل دیتے ہیں اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا یہاں تک کہ اس کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ اچانک بیمار ہو جاتا ہے اور پھر اچانک مر جاتا ہے تو گناہوں کا معاملہ بھی یہی ہے، چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس فانی دنیا میں ہلاکت کے خوف سے وہ زہر سے بچتا ہے اور ان کھانوں سے فوری طور پر بھی اور ہر حال میں بچتا ہے جو نقصان دہ ہوتے ہیں تو ابدی ہلاکت سے ڈرنے والے پر بدرجہ اولٰی گناہوں سے اجتناب ضروری ہے اور جب زہر کھانے والے پر لازم ہے کہ جوں ہی نادم ہو قے کرے اور اس کھانے سے رجوع کرے اور اسے معدے سے نکال دے اور یہ عمل فوری طور پر کرے

1... کیمیائے سعادت، 773.

تاکہ اس کا جسم ہلاکت سے بچ جائے حالانکہ اس کا نقصان صرف دنیوی ہے جبکہ دین کے معاملے میں گناہوں کی صورت میں زہر کھانا بدرجہ اَولیٰ نقصان دہ ہے تو اسے اس سے رجوع کرنا چاہیے اور جس قدر ممکن ہو تدارک کرے جب تک اس کے لیے مہلت ہے اور وہ اس کی زندگی ہے کیوں کہ جس کو اس زہر کا خوف اس لیے ہے کہ باقی رہنے والی آخرت سے محروم ہو جائے گا جس میں ہمیشہ کی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت ہے اور اس کے فوت ہونے سے جہنم کی آگ اور ہمیشہ کے عذاب کا سامنا ہو گا اور دنیوی زندگی اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں کیوں کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں تو اس کے لئے گناہوں سے توبہ کرنے میں جلدی کرنا ضروری ہے تاکہ گناہوں کا زہر روح ایمان پر اثر انداز نہ ہو اور (اگر یہ روح ایمان پر اثرانداز ہو گیا تو) یہ ایسا اثر ہو گا جس کا ڈاکٹروں کے پاس بھی کوئی علاج نہیں اور نہ ہی اس کے بعد کوئی پرہیز اثر کرے گی، اس کے بعد نصیحت کرنے والوں کی نصیحت اور واعظین کا وعظ بھی فائدہ نہیں دے گا اور اس پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور ظاہری و باطنی تمام گناہ چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:17

نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوبصورت شانیں

ارشاد فرمایا:

1... احیاء علوم الدین4/10.

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘-یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (1)

ترجمہ: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نثر کے اُسلوب میں روانی کے ساتھ نعتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھی جارہی ہے۔ ایک ایک لفظ سرورِ کائنات، افضل المخلوقات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت اور شانِ رفیع بیان کرتا ہے۔ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں **"رسول"** سے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مراد ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ رسالت پر فائز اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی، شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچانے والے، منصبِ نبوت سے مشرف ہونے والے اور غیبی امور کو ظاہر فرمانے والے، مخلوق سے بے نیاز ہو کر خالق سے سیکھنے والے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تذکرے

1... پ9، الاعراف: 157.

تورات و انجیل میں ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیکیوں کو فروغ دینے والے، برائیوں سے روک کر جہنم سے بچانے والے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک، مطہر، طیب، طاہر ہستی پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے اور نجاستوں، غلاظتوں، ناپاکیوں کو حرام کرنے والی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صدیوں سے رائج جاہلانہ رسوم ورواج، باطل قوانین اور سخت احکام کا بوجھ لوگوں سے اتار کر انہیں راحت و سکون بخشنے والے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان فرض، آپ کی تعظیم فرض، آپ کی تائید فرض، آپ کی اتباع فرض، آپ کے لائے ہوئے نور یعنی قرآن کو ماننا اور اس کی پیروی فرض ہے اور ان فرائض کا ادا کرنے والا بارگاہِ الٰہی میں مقبول، دنیا و آخرت میں فوز و فلاح اور نجات و انعامات کا حق دار ہے۔

لفظ ”اُمِّی“ کا معنیٰ:

اس لفظ کا ترجمہ ”بے پڑھے“ کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اصلاً پڑھنا نہیں آتا تھا۔ آپ کا پڑھنا لکھنا کتب احادیث و سیرت سے ثابت ہے۔ ”اُمِّی“ سے مراد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی مخلوق سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا بلکہ خالق نے تعلیم فرمائی۔ ”اُمِّی“ ہونا ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ نہیں

علماء و مفسرین نے ”اُمِّی“ کے دیگر معانی بھی بیان فرمائے ہیں:

(1) ”اُمِّی“ یعنی ام القری (مکہ) سے تعلق رکھنے والے۔

(2)"اُمِّی"یعنی اُمِّیِّیْن (ان پڑھوں) کی قوم سے تعلق رکھنے والے (لیکن خود پڑھنا جاننے والے) جیسے قرآن میں اہلِ مکہ کو اُمِّیِّیْن کہا گیا حالانکہ ان میں یقینی طور پر بہت سے لوگ پڑھنا جانتے تھے لیکن انہیں صرف اس قوم سے تعلق رکھنے کی وجہ سے "اُمِّیِّیْن" سے یاد کیا گیا۔

(3)"اُمِّی"یعنی صاحبِ امت، امت والے۔

تورات وانجیل میں نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکرِ مبارک:

آیت میں فرمایا کہ اہلِ کتاب تورات اور انجیل میں اس نبی کا ذکر لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ برحق ہے۔ حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ کتاب ہر زمانے میں اپنی کتابوں میں تراش خراش کرتے رہے اور اُن کی بڑی کوشش اس پر مسلّط رہی کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں۔ توریت انجیل وغیرہ اُن کے ہاتھ میں تھیں اس لئے انہیں اس میں کچھ دشواری نہ تھی لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانے کی بائیبل میں حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بشارت کا کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی بائیبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولھویں آیت میں ہے۔ "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دُوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔"(1)

لفظ مددگار پر حاشیہ ہے، اس میں اس کے معنی "وکیل یا شفیع" لکھے ہیں تو اب حضرت

1... یوحنا کی انجیل، باب:14 آیت:16، برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور 1931ء.

عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد ایسا آنے والا جو شفیع ہو اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو، بجز سیِّدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کون ہے ؟ پھر اُنتیسویں تیسویں آیت میں ہے۔ ”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔“(1)

کیسی صاف بشارت ہے اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السَّلام نے اپنی اُمت کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کا کیسا منتظر بنایا اور شوق دلایا ہے اور دُنیا کا سردار خاص سیِّدِ عالم کا ترجمہ ہے اور یہ فرمانا کہ ”مجھ میں اس کا کچھ نہیں“ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت کا اظہار، اُس کے حضور اپنا کمالِ ادب و انکسار ہے۔

پاکیزہ کو حلال اور ناپاک کو حرام کرنے والے:

آیت میں نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مزید وصف یہ بیان ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں۔ ان میں وہ حلال وطیب چیزیں بھی داخل ہیں جو بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں اور اس کے علاوہ بھی۔ یونہی نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت سی خبیث و گندی چیزوں کو حرام فرماتے ہیں۔ احادیث میں ایسی چیزوں کی کافی تفصیل ہے۔ یہاں علماء کرام نے ایک موضوع پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے کہ کیا نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تشریعی احکام میں اپنی طرف سے کچھ اختیار تھا یا نہیں کہ کسی کے لئے کسی چیز کو فرض کر دیں اور کوئی شے کسی مخصوص آدمی پر حرام کر دیں۔ اس معاملے

(1)... یوحنا کی انجیل، باب:14 آیت:29، برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور 1931ء.

میں تحقیقی قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ اختیار دیا ہے اور خود آیت کے الفاظ میں تحلیل و تحریم یعنی حلال کرنے اور حرام کرنے کے الفاظ ہیں۔ احادیث میں یہ بھی مضمون بکثرت بیان ہوا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی تحقیق دیکھنی ہو تو امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا رسالہ ”مُنْیَۃُ اللَّبِیْبُ اَنَّ التَّشْرِیْعَ بِیَدِ الْحَبِیْبُ“ کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ رسالہ ”فتاوی رضویہ“ کی تیسویں جلد میں موجود ہے۔

لوگوں سے بوجھ اتارنے والے:

آیت میں نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ وصف بھی بیان ہوا کہ آپ لوگوں کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر تھیں۔ بوجھوں اور قیدوں سے مراد سخت تکلیفوں اور مشقت والے احکام ہیں جو بنی اسرائیل پر نافذ کئے گئے اور ان قیدوں میں وہ جاہلانہ طریقے، رسوم و رواج اور بنی اسرائیل کے پادریوں، رِبّیوں کے وہ مسائل بھی شامل ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر لوگوں پر مسلط کئے تھے۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شریعت کے آسان احکام کے ذریعے یہ سارے بوجھ لوگوں سے اتار دیئے۔ شریعتِ نبوی کا بنیادی قاعدہ یہ عطا فرمایا گیا کہ دین آسان ہے چنانچہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام سے فرمایا: یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا آسانی پیدا کرو، تنگی میں مت ڈالو۔[1]

اور فرمایا: اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَی اللہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ السَّمْحَۃُ اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب دین، آسان حنیفی (ابراہیمی) دین ہے۔[2]

اور فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ دین آسان ہے۔[3]

---

[1]... بخاری، حدیث: 6125. [2]... بخاری، 1/16. [3]... بخاری، حدیث: 39.

فلاح پانے والوں کے اوصاف:

آیت کے آخر میں فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہونے والے لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے:

پہلا وصف: نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان: کامیابی کی پہلی شرط اور کامیاب لوگوں کی پہلی صفت نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانا ہے کیونکہ سید المرسلین، خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جلوہ گری کے بعد آپ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انسانوں بلکہ جملہ مخلوقات کے لئے اللہ کے رسول بن کر تشریف لائے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَاﰳ [1] ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیھم السَّلام کو بھی نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا حکم دیا:

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ [2] ترجمہ: تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

دوسرا وصف: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم اعتقادی، عملی، قولی، فعلی، ظاہری، باطنی ہر طرح لازم اور اصلِ ایمان ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کی کتابِ حیات کا ہر باب اس تعظیم کے روشن واقعات سے مزین ہے۔

1... پ9، الاعراف: 158 . 2... پ3، آل عمران: 81.

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدو بایزیداایں جا

یعنی آسمان کے نیچے مصطفٰی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دربار ایک ایسی ادب گاہ ہے جہاں حضرت جنید بغدادی اور بایزید بسطامی عَلَیْہِمَا الرَّحْمہ جیسے عظیم اولیاء بھی سانس روک کر آتے ہیں یعنی ادب سے اونچا سانس نہیں لیتے۔

تیسرا وصف: نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تائید: نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تائید و نصرت فرض اور حکم خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ [1]

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں (دوسرا ترجمہ ہے کہ یہ نبی مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ مقدم ہیں)۔

اور فرمایا:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ [2]

ترجمہ: اہلِ مدینہ اور ان کے ارد گرد رہنے والے دیہاتیوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کو عزیز سمجھیں۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا غارِ حرا میں نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آرام کی خاطر سانپ سے ڈسوا لینا اور مولیٰ علی شیر خدا کَرَّمَ اللہ وجہَہُ الکریم کا ہجرت کی رات نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بستر اطہر پر لیٹ کر خود کو کفار کے جان لیوا حملے کے لئے پیش کر دینا اسی تائید و نصرت و خدمت کی عظیم مثال تھی۔ یونہی صحابۂ کرام کا میدانِ جنگ میں

1... پ21، الاحزاب:6۔ 2... پ11، التوبۃ:120۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے کھڑے ہو جانا کہ اگر کوئی تیر آئے تو ان کے بدن کو چھلنی کر دے لیکن نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بدن اطہر کو تکلیف نہ پہنچائے، یہ سب اِسی حکم قرآنی پر عمل کی صورتیں تھیں۔

یہ اِک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

اور

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

چوتھا وصف: نور کی پیروی کرنا: اس نور سے قرآن پاک مراد ہے جس سے مومن کا دِل روشن ہوتا، شک و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتیں اور علم و یقین کی ضیاء پھیلتی ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں، زمینوں کو نور بخشنے والے رب کریم نے نوری مخلوق جبریل امین علیہ السَّلام کے ذریعے ذاتِ مصطفیٰ، سراجا منیرا، نور والے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ نوری کلام نازل فرمایا۔ اس نور کی پیروی کرنے والے کے لئے دنیا میں ہدایت کا نور، برزخ میں قبر روشن کرنے والا نور اور قیامت میں پل صراط کی تاریکیوں میں جنت کا راستہ دکھانے والا نور ہے۔

ان سب اوصاف کے حاملین کو بشارت سنائی کہ جو لوگ اِس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

درس نمبر:18

مومن تو یہ ہیں

ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ [1]

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے توان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے توان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان والوں کی تین قلبی و باطنی خوبیاں اور دو جسمانی و مالی اَعمالِ صالحہ بیان فرمائے ہیں، پھر ان بندگانِ خدا کو سچے مؤمنین قرار دیا اور ان کیلئے تین انعامات کی بشارت سنائی، ایک بارگاہِ خداوندی میں درجاتِ عالیہ، دوسری مغفرتِ الٰہی کی نوید اور تیسری عِزت و اِکرام والی روزی کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ بعض مفسرین کے کلام میں ان اعمال وبشارات میں ایک خوبصورت ربط کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تین باطنی اَوصاف یعنی یادِ الٰہی کے وقت خوفِ خدا؛ تلاوتِ قرآن سے قوّتِ ایمان میں

1... پ9، الانفال:2، 3، 4.

اضافہ ؛اور توکُّل عَلَی اللہ کے بدلے میں خدا کی بارگاہ میں قُرب کے درجات ملیں گے۔ نماز سے مغفرت نصیب ہوگی کہ نماز گناہوں کی مُعافی کا سبب ہے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بدلے جنَّت میں عزّت کا رزُق نصیب ہوگا۔

کامل ایمان والوں کے تین قلبی و باطنی اوصاف:

ان آیات میں سچے مومنوں کا پہلا وصف یہ بیان ہوا کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دو طرح کا ہوتا ہے:

(1) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال، اس کی عظمت اور اس کی بے نیازی سے ڈرنا۔

پہلی قسم کا خوف عام مسلمانوں اور عام پرہیز گاروں کو ہوتا ہے اور دوسری قسم کا خوف انبیاء و مرسلین، اولیائے کاملین اور مقرب فرشتوں کو ہوتا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ قرب ہوتا ہے اسے اتنا ہی زیادہ خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تم سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت (پہچان) رکھنے والا ہوں۔[1]

خوفِ خدا بہت عظیم دولت ہے۔ سیّدِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس مؤمن بندے کی آنکھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آنسو نکلے، خواہ وہ مچھر کے سر جتنا ہو، پھر وہ آنسو رُخسار کے سامنے کے حصے کو مَس کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔[2]

1... بخاری، 1/18، حدیث: 20. 2... ابن ماجہ، 4/467، حدیث: 4197.

مُقرَّبین کے عظمتِ الٰہی کے سبب خوفِ خدا کی کیفیت کیلئے یہ روایات بھی ملاحظہ ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ایک مرتبہ درخت پر پرندے کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے پرندے! تیرے لئے کتنی بھلائی ہے کہ تو پھل کھاتا اور درخت پر بیٹھتا ہے۔ کاش! میں بھی ایک پھل ہوتا جسے پرندے کھا لیتے۔ [1]

اور حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ایک مرتبہ زمین سے ایک تنکا اٹھا کر فرمایا: کاش! میں ایک تنکا ہوتا۔ کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش! میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔ [2]

سچّے مؤمنوں کا دوسرا وصف یہ بیان ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات سن کر اُن کی ایمانی قوّت و نورانیَّت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ قراٰن کلامِ خدا، مَنْبعِ انوار، معدنِ رُوحانیّت، سرچشمۂ کمالات ہے۔ اس لئے جن کے دلوں کے دروازے بند نہیں بلکہ کھلے ہیں نورِ قراٰن ان میں داخل ہو کر روشنی بکھیر دیتا ہے اور جن کی دلوں کی زمین بنجر نہیں وہاں انوارِ قراٰنی کی برسات سے ایمان کے پھول لہلہانے لگتے اور باطن کی دنیا مہک اٹھتی ہے۔ اسی لئے اولیاء و صُلحاء و علماء کی صحبت میں بیٹھنے سے دل کی حالتیں بدلتی ہیں۔ یہاں ایمان میں زیادتی سے ایمان کی مقدار میں زیادتی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ایمان کی کیفیت میں زیادتی ہے۔

سچے مومنوں کا تیسرا وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے تمام کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ کسی سے امید رکھتے ہیں اور نہ کسی سے ڈرتے ہیں۔

1... الزھد لابن مبارک، ص81، رقم: 240. 2... الزھد لابن مبارک، ص79، رقم: 234.

توکُّل کا حقیقی معنیٰ اور توکُّل کی فضیلت:

امام فخرُ الدّین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: توکُّل کا یہ معنیٰ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی کوششوں کو بے کار چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں بلکہ توکُّل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نُصرت، اس کی تائید اور اس کی حمایت پر بھروسہ کرے۔[1]

یہی بات ایک حدیث میں بھی سمجھائی گئی ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یَا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنا اونٹ باندھ کر توکُّل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر؟ ارشاد فرمایا: تم اسے باندھو پھر توکُّل کرو۔[2]

توکُّل کی فضیلت پر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری امّت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنّت میں جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنتر نہیں کرتے، فال کے لیے چڑیا نہیں اڑاتے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔[3]

اوپر بیان کردہ تینوں اوصاف (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے وقت ڈر جانا، تلاوتِ قرآن کے وقت ایمان زیادہ ہونا اور اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرنا) کا تعلق قلبی اعمال سے تھا، اس کے بعد سچے مومنوں کے دو ظاہری اعمال بیان فرمائے: پہلا وصف یہ بتایا کہ "وہ نماز قائم رکھتے ہیں" اس سے مراد ہے کہ فرض نمازوں کو ان کی تمام شرائط و ارکان کے ساتھ اُن کے اوقات میں ادا کرنا۔ دوسرا وصف یہ بیان فرمایا کہ "راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں" یعنی وہ اپنے مال اس جگہ خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس میں

1... تفسیرِ کبیر، 3/410۔ 2... ترمذی، 4/232، حدیث: 2525۔ 3... بخاری، 4/240، حدیث: 6472۔

زکوٰۃ، حج، جہاد میں خرچ کرنا اور نیک کاموں میں خرچ کرنا سب داخل ہے۔[1]

ان تمام اوصاف کے ذکر کے بعد ان حضرات کو سچے مسلمان کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ ان کا ظاہر و باطن دونوں ہی ان کے ایمان کی دلیل ہے کہ ان کے دل خشیتِ الٰہی، اخلاص اور توکل جیسی صفاتِ عالیہ سے متصف ہیں اور ان کے ظاہری اعضاء بھی رکوع و سجود اور راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں مصروف ہیں۔

اِن پانچ خوبیوں سے متصف مؤمنین کے لئے تین جزائیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی جزا کہ ان کیلئے ان کے رب کے پاس درجات ہیں۔ یعنی جنت میں ان کے لئے مراتب ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں کیونکہ مذکورہ بالا اوصاف کو اپنانے میں مؤمنین کے احوال میں فرق ہے اسی لئے جنت میں ان کے مراتب میں بھی فرق ہے۔ جنتی درجات کے متعلق رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اہلِ جنت بالا خانوں میں رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق و مغرب میں افق پر صبح کے وقت باقی رہ جانے والے چمکدار ستارے دیکھتے ہو۔ یہ ان کے درمیان درجات کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء کے گھر ہوں گے جن تک ان کے علاوہ کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (ان بالا خانوں میں) وہ آدمی (رہیں گے) جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔[2]

سچے مؤمنوں کی **دوسری جزا** کہ ان کے لئے مغفرت ہے۔ یعنی ان کے گناہ بخش

1... خازن، 2/177. 2... بخاری، 2/393، حدیث 3256.

دیئے جائیں گے۔

اور **تیسری جزا** کہ ان کیلئے عزت والا رزق ہے، یعنی وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جنت میں تیار فرمایا ہے۔ اسے عزت والا اس لئے فرمایا گیا کہ انہیں یہ رزق ہمیشہ تعظیم واکرام کے ساتھ اور محنت و مشقت کئے بغیر پیش کیا جائے گا۔[1]

اے رب کریم! ہمارے دلوں کو اپنے خوف، قوتِ ایمانی اور توکل کے زیور سے آراستہ فرما اور ہمیں نماز کا پابند اور تیری راہ میں خرچ کرنے والا بنا اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنتِ فردوس کے اعلیٰ درجات، بے حساب بخشش اور عزت کی روزی سے مشرف فرما، آمین۔

درس نمبر:19

خاتم الانبیاء صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے محبت رکھنے کا ثواب

ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ[2]

ترجمہ: تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں

1... خازن، 2/178. 2... پ10، التوبہ:24.

تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم، جنہوں نے رشتہ داروں سے ترکِ تعلق کے بارے میں کلام کیا آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ مشرکین سے مُوالات کے معاملے میں نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[1]

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے زیادہ کسی کو عزیز نہ رکھا جائے:

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو، وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے، اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے، وَالْعِیَاذُ بِاللهِ تَعَالٰی۔ تمہارے پیارے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: "تم میں کوئی مسلمان نہ ہو گا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔[2]

اس نے تو بات صاف فرما دی کہ جو حضورِ اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔[3]

1... خازن، 2/224، روح البیان، 3/403، ملتقطاً۔

2... بخاری، 1/17، حدیث: 15، مسلم، ص42، حدیث: 44۔ 3... فتاویٰ رضویہ، 30/309۔

علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ آیتِ کریمہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کے لازم ہونے، فرض اور اہم چیز ہونے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس محبت کے اصل مستحق ہونے کے بارے میں ترغیب، تنبیہ اور دلیل و حجت ہونے کیلئے کافی ہے کیونکہ جس نے اپنی آل اولاد اور مال کی محبت کو اللہ تعالٰی اوراس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سے زیادہ سمجھا اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اسے سخت تنبیہ کی ہے اور ایسوں کو ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا "فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ "تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ نیز آیت کے آخر میں ایسوں کو فاسق فرمایا اور بتایا کہ یہ لوگ ان گمراہوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے ہدایت کی توفیق نہ دی۔[1]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں ہوں گی اس نے ایمان کی حلاوت پائی (1) اللہ تعالٰی اوراس کا رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبوب ہو۔(2) اللہ تعالٰی ہی کے لئے کسی سے محبت کرے۔ (3) کفر کی طرف لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔[2]

حضرت سہل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولایت و حکومت تمام حالات میں نہیں دیکھتا اور اپنی جان کو ان کی مِلک نہیں جانتا تو وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کی شیرینی نہ چکھے گا کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

1... الشفا، ص:18 . 2... بخاری، 1/17، حدیث:16.

فرمایا"لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ عِنْدَہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ"تم میں سے وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کے نزدیک میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔(1)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت رکھنے کا ثواب:

حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت رکھنے کا ثواب کس قدر ہے اس کا اندازہ درج ذیل 3 اَحادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

(1) حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، قیامت کب آئے گی؟ ارشاد فرمایا: تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی: میرے پاس اس کے لئے نہ نمازوں کی کثرت ہے نہ روزہ اور صدقہ ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ تب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تو اس کے ساتھ ہے جس کو تو محبوب رکھتا ہے۔(2)

(2) حضرت صفوان بن قدامہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی۔ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اپنا دستِ مبارک دیجئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا:"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"مرد جس سے محبت رکھے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔(3)

1... مسند امام احمد، 6/303، حدیث: 18069، الشفا، ص19.

2... بخاری، 4/147، حدیث: 6171. 3... الشفا، ص: 20.

(3)حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ عَنْہ تاجدارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقامِ عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا[1]

ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔[2]

محبتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی علامات:

علماءِ کرام نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کی کثیر علامات بیان فرمائی ہیں، ان میں سے 8 علامات درج ذیل ہیں:

(1) اقوال اور افعال میں حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرنا یعنی سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو کام کرنے کا حکم دیا انہیں کرنا اور جن سے منع کیا ان سے

1... پ5، النساء: 69. 2... خازن، 1/400.

رک جانا نیز نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنا۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جس عمل کی ترغیب دی اسے اپنی نَفسانی اور شَہوانی خواہشات پر ترجیح دینا۔

(3) بکثرت نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکرِ جمیل کرنا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھنا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنا۔

(4) ذکرِ حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وقت تعظیم و تَوقیر بجالانا اور اسمِ گرامی سن کر اِنکساری کا اظہار کرنا۔

(5) جس سے سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبت رکھتے ہوں اس سے بھی محبت کرنا۔

(6) جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دشمنی رکھی اس سے دشمنی رکھنا اور جس سے عداوت رکھی اس سے کنارہ کشی کرنا۔

(7) قرآنِ مجید سے محبت رکھنا۔

(8) رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا۔[1]

دین کو دنیا پر ترجیح دی جائے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب ایسی صورتِ حال درپیش ہو کہ دین یا دنیا میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنا پڑے تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین کو ترجیح دے اور دنیا کو چھوڑ کر دین کو اختیار کرے۔ اس معاملے میں فی زمانہ مسلمانوں کا حال انتہائی افسوس ناک ہے کہ وہ اپنے دین کا نقصان برداشت کرنے میں کوئی دقت اور پریشانی محسوس نہیں کرتے بلکہ

1... الشفا، ص28-24، ملخصاً.

بعض اَوقات اس سے انتہائی لاپرواہی برتتے ہیں جبکہ اپنی دنیا کا نقصان لمحہ بھر کے لئے بھی برداشت کرنا انہیں گوارا نہیں، افسوس! مسلمانوں کو نماز روزے کا کہا جائے تو یہ اپنی دُنیوی مصروفیات اور کام کی زیادتی کا بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر چند گھنٹوں کے لئے بھوک برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو کاروباری اور تجارتی معاملات شرعی طریقے کے مطابق سر انجام دینے کی ترغیب دی جائے تو وہ ضروریاتِ زندگی کی زیادتی اور اپنے منافع میں کمی ہو جانے کا رونا رو کر اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ مسلمان عورتوں کو شرعی پردے کی تلقین کی جائے تو وہ اسے پرانی سوچ اور عورتوں پر بلا وجہ کی پابندی قرار دے کر اور آزادئ نِسواں کے خلاف سمجھ کر اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ طلاق کے معاملات میں جب اسلامی قانون کی رو سے شوہر اور بیوی میں جدائی کا فیصلہ ہو جائے تو اسلامی حکم کے سامنے سرِ تسلیم خَم کرنے کی بجائے یہ طرح طرح کے حیلے بہانے تراش کر ناجائز تعلّقات کی زندگی گزارنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ سرِ دست یہ چند مثالیں عرض کی ہیں ورنہ زندگی کا شائد ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جس میں دین پر دنیا کو ترجیح نہ دی جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور دنیا کے مقابلے میں دین کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:20

شانِ صدّیقِ اکبر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا[1]

ترجمہ: اگر تم اِس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ اِن کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (اِن کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُس پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے۔

یہ آیت نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقام و مرتبہ اور مرکز و مَہبَطِ عنایاتِ الٰہیہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اسی آیت سے صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی عظمت و شان بھی نمایاں ہوتی ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے متعلق اِس آیتِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو راہِ خدا میں نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کی ترغیب دی ہے کہ اگر تم اِن کی مدد نہ کرو گے تو یہ تمہاری مدد کے محتاج نہیں ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اِن کی خاص مدد فرمائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے اِن کی اُس وقت بھی مدد فرمائی جب کفار نے انہیں مکہ مُکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور یہ صرف ایک فرد یعنی ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے ساتھ مکہ مُکرمہ سے نکل کر غارِ ثور میں آئے اور دوسری طرف کفار اِن کا تعاقُب کرتے غار کے دھانے پر آپہنچے جس پر حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فکر مند ہوئے لیکن نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تائیدِ الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے فرمایا: غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے اور پھر واضح

1... پ10، التوبہ:40.

طور پر اِعانتِ الٰہی کا ظہور اور بارگاہِ خداوندی سے سکون و اطمینان کا نزول ہوا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیبی لشکروں نے مدد کی اور غار کے منہ پر موجود کفار غار کے اندر جھانکے بغیر ہی واپس لوٹ گئے۔

صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی فضیلت:

اس آیتِ مبارکہ میں اَصلُ الاُصول تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت و شان اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے شاملِ حال ہونے کا بیان ہے لیکن اس کے ساتھ کئی اعتبار سے حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی عظمت و شان کا بیان بھی موجود ہے:

(1) نبیِّ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کفار کی طرف سے قتل کے اندیشے کے پیشِ نظر ہجرت فرمائی تھی لہٰذا اپنی جان کی حفاظت کے لئے اپنے انتہائی قابلِ اعتماد ساتھی و غلام صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو ساتھ لیا جو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے مخلص، باوفا، خیر خواہ، کاملُ الایمان، قابلِ اعتماد اور سچے مُحِبّ و مددگار ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خطرناک حالات میں آدمی اسی کو اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتا ہے جس کے اِخلاص، وفا، ہمت و حوصلے اور جاں نثاری پر بھرپور اعتماد ہو۔

(2) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہجرتیں خاص حکمِ الٰہی سے ہوتی ہیں اور یہ ہجرت بھی اللہ تعالیٰ کی خاص اجازت سے تھی، اِس اجازت کے وقت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں مخلص صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہم کی ایک پوری جماعت موجود تھی بلکہ ان کے کئی حضرات سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے مقابلے میں نَسبی طور پر نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ قریب بھی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس موقع پر اپنے پیارے حبیب صَلَّی

اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرب و صحبت میں رہنے کا شرفِ عظیم سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں فرمایا، یہ تخصیص آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے عظیم مرتبے اور بقیہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم پر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی فضیلت کی دلیل ہے۔

(3) دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم حالات کی ناسازی کی وجہ سے نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت سے ہجرت کر گئے لیکن یارِ غار، صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اُن نامُساعِد حالات کے باوجود بھی پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قرب نہ چھوڑا بلکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت و حفاظت کے لئے مکۂ مکرمہ میں موجود رہے۔

(4) سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے جس قدر رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فیض حاصل کیا وہ کسی اور صحابی کو نصیب نہ ہوا کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفر و حضر میں دیگر تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم مقابلے میں زیادہ وقت گزارا اور خصوصاً سفر ہجرت کے قرب و صحبت کی تو کوئی برابری کر ہی نہیں سکتا کہ ایامِ ہجرت میں بلا شرکتِ غیرے قرب و فیضانِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تنِ تنہا فیض یاب ہوتے رہے۔ اسی لئے عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ جیسی ہستی نے تمنا کی تھی کہ کاش! میرے سارے اعمال ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کے برابر ہوتے۔ **ان کی رات تو وہ** جس میں آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ غارِ ثور تک پہنچے، آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے غار میں جا کر سوراخوں کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کیا، دو سوراخ باقی رہ گئے تو وہاں اپنے پاؤں رکھ دیئے، وہاں سے سانپ

نے ڈس لیا تب بھی نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آرام کی خاطر پاؤں نہ ہٹایا **اور** (کاش کے میرے اعمال کے مقابلے میں مجھے صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا ایک دن مل جائے) **ان کا وہ دن** جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد عرب کے چند قبیلے مرتد ہوگئے اور کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو اُن نازک و کمزور حالات میں آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے دینِ اسلام کو غالب کر کے دکھایا۔ (یہ فرمانِ عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا معنوی خلاصہ ہے۔)[1]

(5) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے غارِ ثور میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی راحت و آرام پر اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔

(6) اسی سفرِ ہجرت کی وجہ سے آپ کا لقب ثانی اثنین ہے یعنی **"دو میں سے دوسرے"** پہلے رسولِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دوسرے صدیقِ باوفا رَضِیَ اللہُ عَنْہ۔ ہجرت کے علاوہ بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہی ثانی ہیں حتی کہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے پہلو میں تدفین میں بھی آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ ہی ثانی ہیں۔

(7) آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساتھی ہونا خود اللہ تعالٰی نے قرآن میں بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا۔

(8) آیت ہی بتا رہی ہے کہ اللہ تعالٰی ان دونوں مقدس ہستیوں کے ساتھ تھا۔

(9) اللہ تعالٰی کا خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ پر سکینہ نازل فرمانا بھی ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔[2]

1... خازن، 2/244۔ 2... تفسیر کبیر، 6/150، خازن، 2/244 ملتقطاً۔

درس نمبر:21

سب صحابہ جنتی ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (1)

ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی ابتداء میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے دو گروہوں کا ذکر ہوا۔

(1) سابقین مہاجرین: یعنی ایمان قبول کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے مہاجرین۔ ان کے بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے اہلِ بدر مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے اہلِ بیتِ رضوان مراد ہیں۔

(2) سابقین انصار: یعنی ایمان قبول کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے انصار۔ ان سے مراد وہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم ہیں کہ جو بیعتِ عَقَبۂ اُولیٰ میں شریک تھے

---

(1)... پ11، التوبہ:100.

جن کی تعداد چھ تھی، یونہی بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شریک بارہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہم اور بیعتِ عقبۂ ثالثہ میں شریک ستر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہم بھی سابقین انصار کہلاتے ہیں۔ پھر سابقین کے گروہ میں بھی جو ایمان قبول کرنے میں سب سے سابق ہیں وہ یہ حضرات ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا یعنی مردوں میں سب پہلے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنۡہ نے، عورتوں میں سب سے پہلے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ عَنۡہا نے، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہ نے ایمان قبول کیا۔[1]

مزید فرمایا: **"اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔"** بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان سے باقی مہاجرین و انصار مراد ہیں، اس قول کے مطابق تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہم اس آیت میں داخل ہوگئے اور ایک قول یہ ہے کہ پیروی کرنے والوں سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان، طاعت اور نیکی میں انصار و مہاجرین رَضِیَ اللہُ عَنۡہم کے راستے پر چلیں۔ ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا کہ اسے ان کے نیک عمل قبول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں کہ اس کے ثواب و عطا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنۡہم عادل اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار اور فاسق نہیں لہٰذا جو بد بخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ

1... خازن، 3/274، ملخصاً. 2... خازن، 2/275.

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے، وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے اور ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ درج ذیل حدیث پاک کو دل کی نظر سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ فرما لے۔[1]

نیکی میں پہل کرنا زیادہ باعث فضیلت ہے:

اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنا یقیناً بہت اچھی بات ہے لیکن نیکی میں پہل کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ پہل کرنے والا نیکی کے اس کام کو قوت و طاقت دیتا ہے اور نیکی کی طرف جلد رغبت میں فطرت کے نیک اور اچھا ہونے کی علامت بھی ہوتی ہے۔

تابعی کی تعریف اور ان کے فضائل:

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھم کی حالتِ ایمان میں زیارت کرنے والے حضرات کو تابعین

1... ترمذی، 5/463، حدیث: 3888.

کہا جاتا ہے اور یہ لفظ بھی غالباً اسی آیتِ مبارکہ سے لیا گیا ہے۔ ان کے زمانے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں، پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب وہ بکثرت جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت میں رہا ہو؟ لوگ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ کثیر تعداد میں جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی صحبت پائی ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ بڑی تعداد میں جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کی صحبت سے مشرف ہونے والوں کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ لوگ اِثبات میں جواب دیں گے تو انہیں بھی فتح دی جائے گی۔ (2)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (3)

---

(1)... بخاری، 2/193، حدیث: 2652. (2)... بخاری، 2/515، حدیث: 3639.

(3)... ترمذی، 5/461، حدیث: 3884.

درس نمبر:22

اولیاءِ کرام کا تقویٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ (1)

ترجمہ: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔

فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں پر بروزِ قیامت نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہ وہ حضرات ہیں جو ایمان و تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اولیاءِ کرام کا ذکر کرنے میں یہ بھی مقصود ہے کہ اِن مقربینِ بارگاہِ الٰہ (اللہ پاک کی بارگاہ میں خاص مقام رکھنے والوں) کی عظمت و شان کی معرفت نصیب ہو اور ان کے فیوض و برکات کے حصول کی طلب پیدا ہو نیز یہ مطلوب ہے کہ ان کی سیرت و صفات کا علم حاصل ہو تا کہ لوگ اُن کی راہ پر چلنے کی کوشش کریں۔

یہاں اولیاءِ کرام کی نمایاں ترین اور بنیادی صفت ”تقویٰ“ کے متعلق کچھ تفصیل پیشِ خدمت ہے۔ اس کا زیادہ تر استفادہ امام غزالی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی مشہور کتاب ”منہاج العابدین“ سے کیا گیا ہے۔ تقویٰ ایک نادر خزانہ ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں جمع کر کے صرف اس ایک خصلت کے تحت رکھ دی گئی ہیں۔ تقویٰ کے فضائل قرآن و حدیث میں بکثرت بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بارہ بیان کئے جاتے ہیں:

---

(1)...پ11، ہود: 62-63.

(1) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی یہ شان بیان فرمائی کہ یہ بڑی ہمت والا کام ہے، چنانچہ فرمایا: اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیز گار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔[1]

(2) صاحبِ تقویٰ کو حفاظتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے، فرمایا: اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔[2]

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ متقی لوگوں کی مدد فرماتا ہے اور انہیں اپنی معیت و قرب سے سرفراز فرماتا ہے: اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔[3]

(4) متقی کو تکلیفوں سے نجات اور حلال رزق نصیب ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔[4]

(5) اُس کے اعمال سنوارے جاتے ہیں، فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا۔[5]

(6) تقویٰ اپنانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ارشادِ عالی ہے: اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔[6]

(7) متقی خدا کا محبوب بن جاتا ہے، فرمایا: بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔[7]

(8) متقی کے نیک اعمال مقبول ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔[8]

---

❶... پ4، اٰل عمرٰن:186. ❶... پ4، اٰل عمرٰن:120. ❸... پ10، التوبۃ:36. ❹... پ28، الطلاق:2، 3.
❺... پ22، الاحزاب:70، 71. ❻... پ22، الاحزاب:71. ❼... پ10، التوبۃ:7. ❽... پ6، المآئدۃ:27.

(9)اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قرب و مرتبہ کا معیار تقویٰ ہے جیسا کہ فرمایا: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔[1]

(10)متقی کے لئے دنیا و آخرت میں خوش خبری ہے، فرمایا: وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔[2]

(11)اہلِ تقویٰ کو اللہ کریم جہنم سے محفوظ رکھے گا، فرمایا: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے۔[3]

(12)اہلِ تقویٰ کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا نصیب ہوتا ہے، فرمایا: وہ پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔[4]

خوبصورت استدلال:

ایک بزرگ نے قرآنِ مجید سے استدلال کرتے ہوئے تقویٰ کی عظمت بہت خوبصورت انداز میں بیان فرمائی، چنانچہ بزرگ سے عرض کی گئی کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں وہ نصیحت کرتا ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام اگلوں پچھلوں کو فرمائی ہے، وہ ارشاد فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔[5]یعنی آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کو اور اِس امت کو تاکید فرمائی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ کی حقیقت:

تقویٰ کے اتنے فضائل پڑھنے کے بعد دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟

---

❶... پ26، الحجرات:13. ❷... پ11، یونس:63، 64. ❸... پ16، مریم:72.

❹... پ4، اٰل عمرٰن:133. ❺... پ5، النسآء:131.

اور ہم اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''تقویٰ'' قرآنِ مجید میں خوف وخشیت، اطاعت وعبادت اور دل کو گناہوں سے بچانے کے معنیٰ میں بیان ہوا ہے اور ان میں تیسرا معنیٰ اس کا حقیقی معنیٰ ہے کیونکہ عربی لغت میں تقویٰ کا معنیٰ تکلیف سے بچانا اور حفاظت کرنا ہے اور چونکہ تقویٰ گناہوں سے حفاظت وبچت کا ذریعہ ہے اس لئے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنا مختار معنیٰ یوں بیان فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: تقویٰ ہر اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہیں جس سے تمہیں اپنے دین میں نقصان کا ڈر ہو۔

تقویٰ کی اقسام:

تقویٰ کے معنیٰ سے یہ واضح ہوا کہ شرک، بدعت اور کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچنا تقویٰ کے بڑے بنیادی درجے ہیں کہ کفر وشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخلے کا سبب ہیں اور اس سے بڑھ کر ہلاکت وضرر (نقصان) کیا ہوگا، یونہی کبیرہ گناہ جہنم میں داخلے کا سبب ہیں اور صغیرہ گناہوں میں بھی آخرت کا نقصان ہے لہٰذا اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اِن تین چیزوں سے بچنا حصولِ تقویٰ کے لئے ضروری ہے لیکن اس کے علاوہ مشکوک ومشتبہ چیز ترک کر دینا بھی تقویٰ کا اہم درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا: اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو شک وشبہ سے خالی ہے۔[1]

نیز فرمایا: جس نے شک وشبہ والی چیزوں سے خود کو بچا لیا اس نے اپنے دین وعزت کو بچا لیا۔[2]

ان تمام درجاتِ تقویٰ کے بعد ایک اور اعلیٰ درجہ ہے اور وہ یہ کہ حلال میں بھی

1... ترمذی، 4/232 حدیث: 2526. 2... بخاری، 1/33، حدیث: 52.

صرف ضرورت کی حد تک استعمال کرے اور ضرورت سے زائد حلال چھوڑ دے۔ یہ بھی تقویٰ ہے کیونکہ ضرورت سے زائد حلال میں مشغول و منہمک ہونا بندے کو حرام کی جانب لے جاتا اور گناہوں پر اُبھارتا ہے۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بندہ اس وقت تک متقین کے مرتبے تک نہیں پہنچتا جب تک یہ نہ ہو کہ ناجائز میں پڑنے کے خوف سے جائز کو بھی چھوڑ دے۔“[1] یعنی حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے زائد از ضرورت حلال کو بھی چھوڑ دے۔

تقویٰ کا شرعی حکم:

گناہ سے بچنے والی صورت میں تقویٰ فرض ہے اور اسے چھوڑنے والا عذابِ نار کا مستحق ہو گا جبکہ دوسری صورت میں تقویٰ بھلائی و ادب ہے اور اسے چھوڑنے کی وجہ سے روزِ قیامت روکا جائے گا، حساب ہو گا اور سرزنش و ملامت کی جائے گی۔ لہٰذا جب بندہ اوپر بیان کردہ ہر قسم کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو وہ کامل متقی کہلاتا ہے اور یہیں سے درجۂ ولایت کی ابتدا ہوتی ہے۔

درس نمبر: 23

نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنے والوں کا انجام

ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ[2]

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ

---

[1]... ترمذی، 4/205، حدیث: 2459. [2]... پ12، ہود: 15.

دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے نیک اعمال سے دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو اور اپنی کم ہمتی سے آخرت پر نظر نہ رکھتا ہو تو ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور جو اعمال اُنہوں نے طلبِ دُنیا کے لئے کئے ہیں ان کا اجر صحت و دولت، وسعتِ رزق اور کثرتِ اولاد وغیرہ سے دنیا ہی میں پورا کر دیں گے اور طلبِ دنیا کے لئے کئے ہوئے اعمال کے اجر میں کمی نہ کریں گے بلکہ ان اعمال کا پورا اور کامل اجر دیں گے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا کی طلب اور اس کی زیب و زینت اور آرائش پانے کی خاطر نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی مختلف انداز سے دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا[2]

ترجمہ: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

1... خازن، 2/344. 2... پ15، بنی اسرائیل: 18، 19.

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ [1]

ترجمہ: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے توہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

نیز ترمذی شریف میں ہے کہ جب حضرت شُفَیًّا اصبحی رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے عرض کی: میں فلاں فلاں کے حق سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، سمجھا اور جان لیا ہو، تو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اچھا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، سمجھا اور جانا ہے، پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے، میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا اور اس وقت ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا آدمی یہاں نہ تھا۔ پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو منہ صاف کرکے فرمایا: میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا اور اس وقت یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا، پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل جھک گئے۔ میں نے کافی دیر تک آپ کو سہارا دیا اور جب ہوش آیا تو فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے

[1] ... پ25، الشوریٰ: 20.

ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہو گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے، اس وقت تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی اور سب سے پہلے 3 آدمیوں کو بلایا جائے گا۔ (1) جس نے قرآن یاد کیا ہو گا۔ (2) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہو گا۔ (3) زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہ سکھایا جو میں نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو (تلاوتِ قرآن سے یہ) چاہتا تھا کہ کہا جائے: فلاں قاری ہے، تو وہ تجھے کہہ دیا گیا (تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ پھر دولت مند کو لایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تجھے (مال میں) اتنی وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یا رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا "میری دی ہوئی دولت سے تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں (اس کے ذریعے) قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا اور خیرات کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو (صلہ رحمی اور خیرات سے یہ) چاہتا تھا کہ کہا جائے: فلاں بڑا سخی ہے تو ایسا کہا جا چکا ہے (اب تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ پھر شہید کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو کس لئے قتل ہوا؟ وہ عرض کرے گا: تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کرنے کا حکم دیا تو میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

تیری جہاد کرنے سے نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں: فلاں بڑا بہادر ہے۔ تو یہ بات کہہ دی گئی (تو چلا جا! آج کے دن ہمارے پاس تیرے لئے کوئی شے نہیں)۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے زانو پر اپنا دستِ اقدس مارتے ہوئے فرمایا: اے ابو ہریرہ! رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے انہی تین آدمیوں کے ذریعے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

یہی حدیث جب حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا ”ان تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا، پھر آپ بہت روئے یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ آپ جان دے دیں گے، پھر جب حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو ہوش آیا تو آپ نے چہرہ پونچھ کر کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔[1]

1... ترمذی، 4/169، حدیث: 2389، ابن عساکر، 47/214.

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے ذریعے دنیا طلب کرنے سے محفوظ فرمائے، آمین۔

درس نمبر:24

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا خوبصورت تذکرہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةًؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍؕ ﴿۷۰﴾ وَ امْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًاؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ ﴿۷۵﴾ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ [1]

ترجمہ: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے ”سلام“ کہا تو ابراہیم نے ”سلام“ کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔(69) پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے

1... پارہ12، ھود:69تا76.

گئے ہیں۔(70)اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔(71) کہا: ہائے تعجب! کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے۔(72) فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔(73) پھر جب ابراہیم سے خوف زائل ہو گیا اور اس کے پاس خوشخبری آگئی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔(74) بیشک ابراہیم بڑے تحمل والا، بہت آہیں بھرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔(75) (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجیے، بیشک تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔(76)

سورۂ ہود کی ان آٹھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ فرشتے حسین و جمیل نوجوان لڑکوں کی شکل میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے اور سلام عرض کیا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سلام کا جواب دیا اور انہیں مہمان خیال کرتے ہوئے ایک بھنا ہوا بچھڑا کھانے کے لئے لے آئے، لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف اصلاً ہاتھ نہ بڑھایا۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو گھبراہٹ اور خوف ہوا کہ یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ فرشتوں نے خوفزدہ دیکھ کر عرض کی کہ آپ نہ ڈریں، ہم کھانا اس لئے نہیں کھا رہے کہ ہم فرشتے ہیں اور قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اِس گفتگو کے دوران حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا بھی پسِ پردہ کھڑی یہ باتیں سن رہی تھیں، بیٹے کی بشارت یا کسی اور بات پر وہ ہنس پڑیں۔ فرشتوں نے حضرت سارہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو ان کے بیٹے اسحاق اور ان کے بعد اسحاق

کے بیٹے یعقوب عَلَیْہِما السَّلَام کی ولادت کی خوشخبری دی۔ بشارت سن کر حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا نے تعجب سے کہا: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر 120 سال اور حضرت سارہ کی 90 سال تھی۔[1] فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ کے لئے اس امرِ الٰہی پر کیا تعجب کیونکہ آپ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات اور عادتوں سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالٰی کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔

بہرحال جب فرشتوں سے کلام کرنے کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف زائل ہو گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام قومِ لوط کے بارے میں فرشتوں سے سوال و جواب کی صورت میں کلام کرنے لگے جسے اللہ تعالٰی نے ان الفاظ سے بیان فرمایا کہ ابراہیم ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا مقصد یہ تھا کہ عذاب مؤخر ہو جائے اور بستی والوں کو ایمان و توبہ کے لئے کچھ اور مہلت و موقع مل جائے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اس رحمت و شفقت پر اللہ تعالٰی نے آپ کی مدح فرمائی کہ بیشک ابراہیم بڑے تحمل والے، خدا سے بہت ڈرنے والے، اس کے سامنے بہت آہ و زاری کرنے والے ہیں اور اس کے علاوہ "مُنِیْبٌ" یعنی خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جو شخص دوسروں پر عذابِ الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالٰی سے ڈرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اپنے معاملے میں کس قدر خدا سے ڈرنے والا اور رجوع کرنے والا ہو گا۔ قومِ لوط کے متعلق جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا کلام طویل ہوا تو فرشتوں نے عرض کی:

1... جلالین مع صاوی، 3 / 923.

اے ابراہیم! عذاب مؤخر کرنے کی درخواست چھوڑ دیں کیونکہ رب العالمین کی طرف سے اِس قوم پر عذاب نازل ہونے کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں اور یوں اِس کے بعد قومِ لوط پر عذاب آگیا۔

سورۂ ہود کی آیات سے درس:

(1) ملاقات کے وقت سلام کرنا فرشتوں اور نبیوں کی سنت ہے۔

(2) نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ یہاں حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کو اہل بیت کہا گیا ہے

(3) حضرت ابراہیم اور ان کی زوجہ کو بیٹے اور پوتے کی بشارت دینے سے مستقبل کے غیب کی خبر معلوم ہوگئی اور بتانے والے فرشتوں کو بھی یقیناً یہ غیب کا علم تھا۔

(4) تحمل، بردباری، خوفِ خدا، گریہ وزاری، خدا کی طرف رجوع کرنا، اللہ کریم کو بہت پسند ہے۔

(5) کفار کے ساتھ یہ رحمت و شفقت کی جائے کہ ان کے لئے دولتِ ایمان کی کوشش کی جائے تاکہ وہ ابدی عذاب سے بچ جائیں۔

(6) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بارگاہِ خداوندی میں بہت بلند مقام ہے کہ اُس عظمت والی بارگاہ میں بھی یہ تکرار و اصرار کرسکتے ہیں، گویا نیاز بھی ہے اور ناز بھی۔

(7) فرشتوں کے صحیفوں میں لکھی کسی چیز پر معلق تقدیر دعاؤں یا نیکیوں سے ٹل جاتی ہے جبکہ ظاہری مُبرَم و قطعی تقدیر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور خواص اولیاء کی دعاؤں سے بدل سکتی ہے لیکن حقیقی قطعی مبرم تقدیر ہرگز نہیں بدلتی، حتی کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی اس کے

متعلق دعا کرنے لگیں تو انہیں دعا کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔

درس نمبر:25

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی بادشاہت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِۚ-یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُؕ-نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (1)

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہے رہائش اختیار کرے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہم نے اندھیرے کنویں سے نجات دے کر، قید خانے سے رہائی عطا فرما کر اور بادشاہ کی نگاہوں میں معزز بنا کر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر انعام فرمایا اسی طرح ہم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو مصر کی سرزمین میں اقتدار عطا فرمایا اور سب کچھ اُن کے تحتِ تَصَرُّف ہے۔

امارت یعنی حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو بلا کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تاج پوشی کی، تلوار اور مُہر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے پیش کی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو جواہرات لگے ہوئے سونے کے تخت پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سپرد کیا، قطفیر یعنی عزیزِ مصر کو معزول کر کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے حوالے کر دیئے، سلطنت کے تمام اُمور آپ عَلَیْہِ

---

(1) ...پ13، یوسف:56.

السَّلَام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود اس طرح فرمانبردار ہو گیا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ کر دیا۔ جب حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا "کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی؟ زلیخا نے عرض کی: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے، میں خوبرو تھی، جوان تھی، عیش میں تھی اور عزیزِ مصر عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتا تھا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے، بس میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو معصوم کیا ہے اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام محفوظ رہے۔ مروی ہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے زلیخا کو کنواری پایا اور اس سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے دو فرزند پیدا ہوئے، ایک کا نام اِفراثیم اور دوسرے کا مِیشا تھا، یوں مصر میں آپ کی حکومت مضبوط ہوئی۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے مصر میں عدل کی بنیادیں قائم کیں جس سے ہر مرد و عورت کے دل میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی محبت پیدا ہوئی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے قحط سالی کے دنوں کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی، اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان گودام تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے۔ جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہ اور اس کے خادموں کے لئے روزانہ صرف ایک وقت کا کھانا مقرر فرما دیا۔ ایک روز دوپہر کے وقت بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے بھوک کی شکایت کی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا "یہ قحط کی ابتدا کا وقت ہے۔ پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے اور بازار خالی رہ گئے۔ اہلِ مصر حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے اپنے درہم و دینار کے بدلے میں غلے خریدنے لگے، یوں اُن کے تمام درہم و دینار

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آگئے۔ دوسرے سال مصریوں نے زیور اور جواہرات کے بدلے میں غلوں کی خریداری کی، یوں ان کے تمام زیورات اور جواہرات حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آگئے۔ جب لوگوں کے پاس زیور اور جواہرات میں سے کوئی چیز نہ رہی تو انہوں نے تیسرے سال چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور یوں پورے ملک میں کوئی شخص کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ چوتھے سال انہوں نے غلے کے لئے اپنے تمام غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں۔ پانچویں سال اپنی تمام اَراضی، عملہ اور جاگیریں فروخت کرکے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے غلہ خریدا، اس طرح یہ تمام چیزیں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچ گئیں۔ چھٹے سال جب ان کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی تو انہوں نے اپنی اولادیں بیچ دیں اور اس طرح غلے خرید کر اپنا وقت گزارا۔ ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اس طرح مصر میں کوئی آزاد مرد باقی رہا نہ عورت، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی کنیز تھی۔ اس وقت لوگوں کی زبان پر یہ تھا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی سی عظمت و جلالت کبھی کسی بادشاہ کو مُیَسَّر نہ آئی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا "تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اور اُس نے مجھ پر کیسا عظیم احسان فرمایا ہے؟ اب اِن لوگوں کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے عرض کی "جو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے ہو وہ ہمیں منظور ہے، ہم سب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع ہیں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہلِ مصر کو آزاد کردیا اور اُن کے تمام اَملاک اور کل جاگیریں واپس کردیں۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا

نہیں کھایا۔ ایک مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام بھوکے رہتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا "میں اس اندیشے سے بھوکا رہتا ہوں کہ سیر ہو کر کہیں بھوکوں کو بھول نہ جاؤں۔ سُبْحَانَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ کیا پاکیزہ اَخلاق ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام مرد و عورت کو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری اُن کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے جو اس حالت میں صبر کیا تھا اس کی یہ جزادی گئی۔[1]

درس نمبر:26

ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کی جائے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ[2]

ترجمہ: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں تاکہ یہ واپس آئیں۔

اس آیت میں بیان ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں (یعنی میرے بھائیوں) نے غلے کی جو قیمت دی ہے، غلے کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی ان

1... خازن، 3/28، روح البیان، 4/283، ملتقطاً 2... پ13، یوسف: 62.

کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے، نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تاکہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم و احسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت ہو تو اس میں ان کی مدد کرنی چاہئے، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں باقاعدہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ رشتہ داروں کو دینے سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[2]

ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اور احادیث میں ہے:

(1) جو دینار تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور جو دینار تو (غلام کی) گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے اور جو دینار تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو دینار تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔[3]

(2) عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہی صدقہ اپنے رشتہ دار پر کرنا دو صدقے ہیں ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔[4]

1... خازن، 3/30، ملخصاً۔ 2... پ14، نحل: 90۔ 3... مسلم، ص 499، حدیث: 39(995).

4... ترمذی، 2/142، حدیث: 658.

(3) اے اُمتِ محمد! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔[1]

رشتہ داروں کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ:

حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے جس انداز میں اپنے بھائیوں کی مدد کی؛ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں اس تک رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم بھی محسوس نہ ہو اور اس کی غیرت و خودداری پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سات شخص ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ اس دن سایہ کرے گا جس دن اُس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔(ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس نے کچھ صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔[2]

ہمارے بزرگانِ دین اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی امداد کس طرح کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ عَنْہ اکثر ”طَرَسُوس“ کی طرف جاتے اور وہاں ایک مسافر خانے میں ٹھہرتے، ایک نوجوان آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث سنا کرتا، جب بھی آپ ”رِقَّہ“ (نامی شہر میں) تشریف لاتے

1... معجم الاوسط، 6/296، حدیث: 8828. 2... بخاری، 1/236، حدیث: 660.

تو وہ نوجوان حاضرِ خدمت ہو جاتا۔ ایک مرتبہ جب آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ ''رِقَّہ'' پہنچے تو اس نوجوان کو نہ پایا۔ اس وقت آپ جلدی میں تھے کیونکہ مسلمانوں کا ایک لشکر جہاد کے لئے گیا ہوا تھا اور آپ بھی اس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ (اس کی معلومات کرنے کی بجائے) لشکر میں شامل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ غازی بن کر واپس طَرَسُوس آئے اور ''رِقَّہ'' پہنچ کر اپنے اس نوجوان شاگرد کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ نوجوان مقروض تھا اور اس کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ وہ قرض ادا کرتا لٰہذا قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پوچھا: ''میرے اس نوجوان شاگرد پر کتنا قرض تھا؟ کہا گیا کہ ''دس ہزار درہم۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ پوچھتے پوچھتے قرض خواہ کے گھر پہنچے، اسے دس ہزار درہم دے کر اپنے شاگرد کی رہائی کا مطالبہ کیا اور کہا ''جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک کسی کو بھی اس واقعہ کی خبر نہ دینا۔ پھر راتوں رات آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ قرض خواہ نے صبح ہوتے ہی مقروض نوجوان کو رہا کر دیا۔ نوجوان جب باہر آیا تو لوگوں نے اس سے کہا: حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللہُ عَنْہ آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے، اور اب وہ واپس جا چکے ہیں۔ یہ سن کر نوجوان آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی تلاش میں نکل پڑا اور تین دن کی مسافت طے کر کے آپ کے پاس پہنچا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسے دیکھا تو پوچھا: ''اے نوجوان! تم کہاں تھے؟ میں نے تمہیں مسافر خانے میں نہیں پایا۔ نوجوان نے کہا: ''اے ابو عبد الرحمٰن! رَضِیَ اللہُ عَنْہ، مجھے قرض کے عوض قید کر لیا گیا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے پوچھا ''پھر تمہاری رہائی کا کیا سبب بنا؟ نوجوان نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی نیک بندے نے میرا قرض ادا کر دیا، اس طرح مجھے رہائی مل گئی۔ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: اے نوجوان! اللہ تعالیٰ

کا شکر ادا کرو کہ اس نے کسی کو تیرا قرض ادا کرنے کی توفیق دی اور تجھے رہائی عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: جب تک حضرت عبد اللہ بن مبارک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ زندہ رہے تب تک اس قرض خواہ نے کسی کو بھی خبر نہ دی کہ نوجوان کا قرض کس نے ادا کیا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے وصال کے بعد اس نے سارا واقعہ لوگوں کو بتا دیا۔[1]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:27

عذابِ الٰہی میں مبتلاء ہونے کے اسباب

ارشاد فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ[2]

ترجمہ: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو گناہ کرنے سے ڈرایا گیا اور جو گناہ ہو چکے ان سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو میں ہی ان کے گناہوں پر پردہ ڈال کر ان گناہوں کے سبب ہونے والی رسوائی اور عذاب سے انہیں بچاتا ہوں اور گناہوں سے توبہ

1... عیون الحکایات، ص 254-255. 2... پ14، الحجر:50.

کرنے کے بعد انہیں عذاب نہ دے کر ان پر رحم فرماتا ہوں اور میرے بندوں کو یہ بھی بتا دیں کہ میرا عذاب ان کے لئے ہے جو اپنے گناہوں پر قائم رہیں اور ان سے توبہ نہ کریں۔ میرا عذاب اتنا دردناک ہے کہ اس جیسا دردناک کوئی عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔[1]

امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے:

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کو امید اور خوف کے درمیان رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر گناہوں پر بے باک ہوں نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس ہوں۔ اسی سے متعلق صحیح بخاری میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے سو حصے کئے اور 99 حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ مخلوق کے لئے بھیج دیا۔ اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو جہنم سے وہ بھی بے خوف نہ ہو۔[2]

اور صحیح مسلم میں ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر مومن جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔[3]

یہاں امید اور خوف کے درمیان رہنے کی ایک بہترین صورت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اگر آسمان سے کوئی اعلان کرنے والا یہ اعلان

1... تفسیر طبری، 7/521-522. 2... بخاری، 4/239، حدیث: 6469.

3... مسلم، ص1472، حدیث: 23(2755).

کرے کہ ”اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے لیکن ایک شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ تو میں اس بات سے ضرور ڈروں گا کہ کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں، اور اگر اعلان کرنے والا یہ کہے کہ اے لوگو! تم سب جہنم میں جاؤ گے البتہ ایک شخص جہنم میں نہیں جائے گا۔ تو میں ضرور یہ امید رکھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔[(1)]

سورۂ حجر کی آیت نمبر 49اور50 کے اہم نکات:

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه ان آیات کے تحت چند نِکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(1) اللہ تعالیٰ نے بندوں کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میرے بندوں کو خبر دو“ اس میں بندوں کی عزت افزائی ہے اور جس نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو وہ اس عزت و تعظیم میں داخل ہے۔

(2) جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر کیا تو اسے بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا اور جب عذاب کا ذکر کیا تو اسے خبر دینے کے انداز میں بیان کیا (نیز اپنی رحمت و مغفرت کا ذکر پہلے اور عذاب کا ذکر بعد میں فرمایا) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس کے غضب و عذاب پر سبقت رکھتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا کہ وہ اس کے بندوں تک میری رحمت و مغفرت اور عذاب کی بات پہنچا دیں تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت و مغفرت کا اِلتزام فرمانے میں اپنی ذات پر اپنے حبیب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو گواہ بنایا۔[(2)]

1... حلیۃ الاولیاء، 1/ 89، روایت نمبر: 142. 2... خازن، 3/ 104.

یہی نِکات امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بھی تفسیر کبیر میں بیان فرمائے ہیں ،اسی مقام پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں کہ ”نَبِّئْ عِبَادِیْ“ کا معنی ہے کہ ہر اس شخص کو خبر دے دیں جو میرا بندہ ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔“اس میں جس طرح اطاعت گزار مومن داخل ہے اسی طرح گناہگار مومن بھی اس میں داخل ہے اور یہ سب باتیں اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (اس کے غضب پر) غالب ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے:

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کے غضب پر غالب ہونے کا ذکر کثیر اَحادیث میں صراحت کے ساتھ بھی موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو لوحِ محفوظ میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی ہے۔ [2]

صحیح مسلم میں ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ [3] دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے، اٰمین۔

یاد رہے کہ جو کفر کی حالت میں مرا وہ تو جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو گا البتہ جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر انتقال کر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اُسے گناہوں کی سزا دے یا چاہے تو

1... تفسیر کبیر، 7/149. 2... بخاری، 2/375، حدیث: 3194.

3... مسلم، ص1471، حدیث: 15(2751).

اپنی رحمت سے اس کے تمام گناہ بخش دے اور اسے جنت عطا فرمادے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح بہت سے اسباب ایسے ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح بہت سے اسباب ایسے بھی ہیں جن سے بندہ اللہ تعالیٰ کے شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، ان میں سے 6 اَسباب یہاں ذکر کئے جاتے ہیں، ان اسباب میں کئی جگہ قدرِ مُشترک بھی ہے لیکن اپنے ظاہر کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔

(1) کفر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘-وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (1)

ترجمہ: پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیاو آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ-اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ (2)

ترجمہ: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

(3) منافقت اختیار کرنا۔ چنانچہ منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ-وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا

ترجمہ: یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب

(1)...پ3، اٰل عمران: 56. (2)...پ24، زمر: 60.

يَشْعُرُوْنَ ؕ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ [1]

دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی کرنا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [2]

ترجمہ: اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو۔

(5) اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں تکبر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ [3]

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

(6) مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ

ترجمہ: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے

---

1 ... پ 1، بقرہ: 9-10 2 ... پ 28، طلاق: 8-10 3 ... پ 24، مومن: 60.

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا[1] گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بے حساب بخش دے اور دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے بچالے، آمین۔

درس نمبر:28

جانوروں سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیمات

ارشاد فرمایا:

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ[2]

ترجمہ: اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہ جانور تمہارا سامان اور سفر کے دوران کام آنے والے آلات اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان، رحم والا ہے کہ اس نے تمہارے لئے یہ نفع دینے والی چیزیں پیدا کی ہیں۔[3]

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔[4]

---

❶...پ4، النساء:93. ⓿...پ14، النحل:7. ❶... خازن، 3/114. ❷... قرطبی، 7، 5/54.

جانوروں سے متعلق اسلام کی عظیم تعلیمات:

کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنے، ان کے لئے آسانی کرنے اور ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا" جب تم سرسبزی کے زمانے میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشکی کے سال میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گزرو (تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم رات کے وقت آرام کے لئے اترو تو راستے سے الگ اترو کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔[1]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت اگاتا ہے، اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کچھ کھالیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔[2]

حضرت سہل بن حَنْظَلِیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔[3]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (جانوروں

---

❶... مسلم، ص1063، حدیث:178(1926) ❷ .... بخاری، 2/85، حدیث:2320.
❸... ابوداؤد، 3/32، حدیث:2548.

کے) چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "جس نے اسے داغا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"[1]

حضرت مسیب بن دارم رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں "میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شتربان کو مارا اور اس سے فرمایا "تم نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان کیوں لادا ہے؟[2]

درس نمبر:29

جھوٹی گواہی اور الزام تراشی کی مذمت

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ-اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا[3]

ترجمہ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے عِلم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

جس بات کا عِلم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑنے سے مُراد یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھا نہ ہو اُس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سُنا نہ ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ جھوٹی گواہی

1... مسلم، ص 1171، 1172، حدیث:106(2116)،107(2117).

2... الطبقات الکبریٰ لابن سعد، 7/91۔ 3... پ15، بنی اسرائیل:36.

نہ دو۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی پر وہ الزام نہ لگاؤ جو تم نہ جانتے ہو۔ [1]

تمام اَقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے الزامات لگانے اور اس طرح کے دیگر جھوٹے اقوال کی مُمانَعَت کی گئی ہے۔

یاد رہے! کہ **"جھوٹی گواہی دینا"** اور کسی پر جان بوجھ کر **"غلط الزام لگانا"** انتہائی مذموم فعل ہے۔ یہاں ان سے متعلق تین احادیث ملاحظہ ہوں:

(1) جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالٰی اُس کے لئے جہنم واجب کر دے گا۔ [2]

(2) جس نے کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کیا تو اللہ تعالٰی جہنم کے پل پر اُسے روک لے گا یہاں تک کہ اپنے کہنے کے مطابق عذاب پالے۔ [3]

(3) جو کسی مسلمان پر ایسی چیز کا الزام لگائے جس کے بارے میں وہ خود بھی جانتا نہ ہو تو اللہ تعالٰی اسے (جہنمیوں کے خون اور پیپ جمع ہونے کے مقام) "رَدْغَۃُ الْخَبَالْ" میں اُس وقت تک رکھے گا جب تک کہ اپنے الزام کے مطابق عذاب نہ پالے۔ [4]

افسوس! فی زمانہ جھوٹی گواہی دینا ایک معمولی کام سمجھا جاتا ہے اور الزام تراشی کرنا تو اس قدر عام ہے کہ کوئی حد ہی نہیں، جس کا جو دل کرتا ہے وہ دوسروں پر الزام لگا دیتا اور جگہ جگہ ذلیل کرتا ہے اور ثبوت مانگیں تو یہ دلیل کہ میں نے کہیں سُنا تھا یا مجھے کسی نے بتایا

1... مدارک، 1/714. 0... ابنِ ماجہ، 3/123، حدیث: 2373. 1... ابو داوٗد، 4/354، حدیث: 4883.

2... مصنف عبد الرزاق، 11/425، حدیث: 20905.

تھا یا آپ کی بات کا مطلب ہی یہی تھا، اب کس نے بتایا؟ بتانے والا کتنا **مُعْتَبَر** تھا؟ اُس کو کہاں سے پتا چلا؟ اُس کے پاس کیا قابلِ قبول ثبوت ہیں؟ اُس نے بات کرنے والے کے دل کا حال کیسے جان لیا؟ کوئی معلوم نہیں۔ زیرِ تفسیر آیت اور بیان کردہ احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو اپنے اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید حاجت ہے۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ **کان، آنکھ اور دل** سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا، یہ سوال اس طرح کا ہو گا کہ تم نے اُن سے کیا کام لیا؟ **کان** کو قراٰن و حدیث، عِلم و حکمت، وعظ و نصیحت اور ان کے علاوہ دیگر نیک باتیں سننے میں استعمال کیا یا لغو، بے کار، غیبت، اِلزام تراشی، زنا کی تہمت، گانے باجے اور فحش سننے میں لگایا۔ یونہی **آنکھ** سے جائز و حلال کو دیکھا یا فلمیں، ڈرامے دیکھنے اور بد نگاہی کرنے میں استعمال کیا اور **دل** میں صحیح عقائد اور اچھے اور نیک خیالات و جذبات تھے یا غلط عقائد اور گندے منصوبے اور شہوت سے بھرے خیالات ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹی گواہی اور الزام تراشی سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنے اعضا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت اور رضا و خوشنودی والے کاموں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر:30

اولیاء و صوفیاء کی پہچان

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[1]

ترجمہ: اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک جماعت نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کہا کہ ہمیں غریبوں کے ساتھ بیٹھنے میں شرم آتی ہے۔ لہٰذا جب ہم آپ کے پاس آئیں تو ان غریبوں کو اٹھا دیا کریں تاکہ ہم آپ کی بات سنیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرمایا گیا کہ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بندگی کرتے ہیں اس کی رضا پانے کے لئے۔[2] یہ غریب صحابہ، مومن و مخلص، ذاکر و صابر اور قانع و شاکر ہیں اور یہی خدا کے پسندیدہ بندے ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انہیں ترجیح دینا، ان پر نظرِ شفقت رکھنا، ان کی دل جوئی کرنا، ان کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہونا، ان کے تزکیہ و تطہیر کو مقدم رکھنا خدا کو مطلوب و محبوب ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ کی رحمت، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تربیت، صحابہ کی عظمت کی روشن دلیل اور علم کے بہت سے موتی ہیں۔ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تربیت خود ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے جیسے یہاں ایک معاملہ درپیش ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خود تربیت فرمائی۔ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ بطورِ خاص صبح اور شام کے اوقات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ تیسری بات یہ پتہ چلی کہ صالحین سے محبت اور ان کی صحبت بہت عظیم شے ہے

1... پ15، الکہف:28 . 2... قرطبی، 10/339.

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کی علامت ہے کہ وہ صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے اور ہر عمل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

آیت میں مذکور غریب صحابہ وہ تھے جن میں متعدد حضرات، اصحابِ صفہ کہلاتے ہیں جو ایمان ویقین کے کوہِ استقامت، اسلام کی شان اور نشان، عمل کے پیکر، رضائے الٰہی کے متلاشی، دنیا سے بے رغبت، آخرت کی طرف راغب، دنیا چھوڑ کر عقبیٰ اور مخلوق چھوڑ کر خالق کی طرف ہمہ وقت متوجہ تھے۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں تصوف کی بنیاد اور صوفیوں کا پیشوا کہا جاتا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

یادرکھیں کہ تصوف (جسے تزکیہ واحسان بھی کہتے ہیں) کا تعلق نام سے نہیں، کام سے ہے، قال سے زیادہ حال، قول سے زیادہ عمل، ظاہر سے زیادہ باطن اور قالَب سے زیادہ قلب سے ہے اور اسی کی طرف آیت میں یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ (رب کریم کی خوشنودی کے طلب گار ہیں) کے الفاظِ کریمہ سے اشارہ ہے۔ حدیث مبارک میں بھی دل کی اصلاح، پاکیزگی، ظاہری اعمال کے لئے محور ومدار اور نیکی وبدی کی بنیاد ہونے کا بڑا خوب صورت بیان ہے چنانچہ فرمایا: حدیث پاک میں ہے: "اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّه، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّه، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" ترجمہ: سن لو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سدھر جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔ (1)

تصوف یہی تو ہے کہ رب کریم سے محبت ہو اور اسی کی طرف رغبت، اسی کی بارگاہ کا

---

(1)... بخاری، 1/13.

شوق، اسی کی عظمت کا استحضار، اسی کی شان سے قلب میں ہیبت، اسی کے فیصلے پر راضی، اسی کی ذات پر بھروسہ، اسی کی طرف رجوع، اسی کی بارگاہ میں فریاد، اسی کے کرم پر نظر، اسی کے فضل کی طلب، اسی کی رحمت کی امید، اسی کے دیدار کا اشتیاق، اسی کی خوشنودی کی کوشش، اسی کی ناراضی کا ڈر، اسی کی یاد میں فنا اور اسی کے ذکر سے بقا ہو۔ قرآن پاک کی آگے ذکر کردہ آیات اسی معنی و مفہوم کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ فرمایا:

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ (1)

ترجمہ: میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور فرمایا:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ (2)

ترجمہ: اور اللہ کی طرف بھاگو۔

اور فرمایا:

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (3)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کے بنے رہو۔

اور فرمایا:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِیْ (4)

ترجمہ: تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اور فرمایا:

وَ اِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ (5)

ترجمہ: اور مجھ ہی سے ڈرو۔

---

❶...پ12، ھود:88 . ⓿...پ27، الذاریات:50 . ❶...پ29، المزمل:8 . ❷...پ2، البقرۃ:150 .

❸...پ1، البقرۃ:41 .

اور فرمایا:

فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ [1] ترجمہ: تو مجھ ہی سے ڈرو۔

قرآن پاک میں ہے:

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [2] ترجمہ: جو اللہ نے چاہا، ساری قوت اللہ کی مدد سے ہی ہے۔

ان آیات پر غور کر کے صوفیاء و اولیاء کرام کی سیرت پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ ان کی زندگی انہی اعمال و افعال اور مقامات و احوال کی زندہ تصویر ہوتی ہے۔

صوفی کا معنی سمجھنے کے لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ **صوفی وہ ہے** جسے صفائے قلب حاصل ہو جیسے قرآن میں فرمایا:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [3] ترجمہ: جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا۔

اور صوفی وہ ہے جو کسی نیک عمل سے دنیا کی جزا نہ چاہے بلکہ اس کی نظر صرف خدا کی محبت اور خوشنودی پر ہو، جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا [4] ترجمہ: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

1...پ14، النحل:51۔ 2...پ15، الکہف:39۔ 3...پ19، الشعراء:88 تا 89۔ 4...پ29، الدھر:8 تا 9۔

اور صوفی وہ ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت نہ ہو جیسے بنی اسرائیل کے لوگوں کی کیفیت قرآن میں یوں بیان ہوئی کہ:

وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ[1] ترجمہ: اور ان کے دلوں میں تو بچھڑا رَچا ہوا تھا۔

بلکہ صوفی کے دل میں خدا کی محبت رچی بسی ہوتی ہے، قلب کی گہرائیوں میں یہ محبت اپنی خوشبوئیں بکھیرتی اور روح کو معطر کرتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[2] ترجمہ: اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

دل کی یہ کیفیت زبان کو بھی حرکت دیتی اور ذکرِ الٰہی میں مشغول کر دیتی ہے چنانچہ فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا[3] ترجمہ: تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ذکر کرو)

اور حدیث میں فرمایا:

”اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَقُوْلُوا مَجْنُوْنٌ“ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔[4]

اور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے اَولیا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ“ اَولیاءُ اللہ اللہ کے دوست وہ ہیں جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔[5]

1...پ1، البقرۃ: 93۔ 2...پ2، البقرۃ: 165۔ 3...پ2، البقرۃ: 200۔
4...احمد بن حنبل، 3/ 68، حدیث: 11671۔ 5... سنن کبریٰ للنسائی، 10/ 124، حدیث: 11171۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں بہترین لوگ کون ہیں؟" صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔ فرمایا: "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔"[1]

اللہ کریم اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں صوفیاء کرام سے محبت، ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر: 31

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بشریت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ[2]

ترجمہ: تم فرماؤ: میں (ظاہراً) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہ عَنْھما فرماتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں (یعنی جیسے تم انسان ہو اسی طرح میں بھی انسان ہوں) البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں "(کافر) انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ:

1... ابن ماجہ 2/1397، الحدیث 4119. 2... پ16، الکہف: 110. 3... خازن، 3/228.

مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ-وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ-اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (1)

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

واقعی جب ان خُبَثاء کے نزدیک وحیِ نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی اسی بشریت کے سوا کیا نظر آتا؟ لیکن اِن سے زیادہ دل کے اندھے وہ (ہیں جو) کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو) اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو "قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" سوجھا اور "یُوْحٰۤى اِلَیَّ" نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی بشریت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی مَلکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا اِن سے اُنس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا (ہے) ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ (2)

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

(اس سے) ظاہر ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا، ظاہر بینوں (اور) کور باطنوں کا دھوکا ہے (اور) یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔۔۔ ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں) "لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ" ترجمہ: میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ (ت) (بلکہ) ان کے یہ افعال بھی اقامتِ

❶...پ22، یٰس: 15. ❷...پ7، انعام: 9.

سنت و تعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سَہو ونِسیان۔ حدیث میں ہے ”اِنِّیْ لَا اَنْسیٰ وَلٰکِنْ اُنْسٰی لِیَسْتَنَّ بِیْ“ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنت معلوم ہو۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول (اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ) حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے، جس کی حکمت تعلیمِ تواضع، وتانیسِ اُمت، وسدِّ غُلُوِّ نصرانیت (یعنی عاجزی کی تعلیم، امت کے لئے اُنسیت کا حصول اور عیسائی جیسے اپنے نبی کی شان بیان کرنے میں حد سے بڑھ گئے مسلمانوں کو اس سے روکنا) ہے، اول، دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا، پھر فضائلِ محمد یہ عَلٰی صَاحِبِھَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّۃ کی عظمتِ شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدِّ باب (روکنے) کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو ”میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں ”یُوْحٰۤی اِلَیَّ“ رسول ہوں، دفعِ اِفراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیَّت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[1] تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں، میں تو انسان رسول ہوں۔

اِنہیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظِ کریم جمع فرمائے گئے ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ“ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (ت) بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شَیْطَنَت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیازِ اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اِقتصار کرے۔[2]

---

❶...پ15بنی اسرائیل:93 ❶ .... فتاوی رضویہ،14/ 222-225.

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں "صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور حقیقت و روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اوصافِ بشر سے اعلیٰ ہیں، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض (قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ کی کتاب "شفاء") میں ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اَجسام و ظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور اُن کے اَرواح و بَواطن بشریت سے بالا اور مَلاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے سورۂ والضُّحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبۂ انوارِ حق آپ پر علی الدَّوام حاصل ہو۔ بہر حال آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریہ کے بیان کا اظہارِ تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہ عَنْھما نے۔ [1]

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں تِرا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تِرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سیّد المرسلین صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اَہم باتیں:

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اَہم باتیں یاد رکھیں:

1... خزائن العرفان، ص529.

پہلی بات یہ کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر کہے کیونکہ جو کلمات عزت و عظمت والے اصحاب عاجزی کے طور پر فرماتے ہیں انہیں کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں ”واضح رہے کہ یہاں ایک ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اَصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اسے جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شے نہیں، آپ حیاتِ دُنیوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیَّت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات۔ ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اِشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی و سکوت اور تَوَقُّف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی و غلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِّ ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے

ہیں جس سے وہ تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

دوسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فضائلِ جلیلہ اور مَراتبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں، اُس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف سے اس کا ذکر کرنا جو ہر خاص وعام میں پایا جائے، اُن کمالات کو نہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ فضیلت و مرتبے پر فائز ہستی کا ذکر اس کے فضائل اور ان اوصاف کے ساتھ کیا جائے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور یہی نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہ عَنْھم کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ عَنْہ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ" بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ عَنْھم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں؟ ارشاد فرمایا "(دینی بھائی ہونے کے ساتھ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ) تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (صرف دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔[2]

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ عَنْہ نے فرمایا: جب تم رسول کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ کہ شاید وہ حضور پُر نور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: تو ہمیں سکھا

1... مدارج النبوت، 1/ 83-84 . 2... مسلم، ص150، حدیث:39(249).

دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یوں پڑھا کرو ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ''[1]

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بشر کہنے میں راہِ سلامت یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بشریت کا مُطْلَقاً انکار کیا جائے اور نہ ہی کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کی بشریت کا ذکر کیا جائے بلکہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے یا یوں کہا جائے کہ آپ کی ظاہری صورت بشری ہے اور باطنی حقیقت بشریَّت سے اعلیٰ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہ فرماتے ہیں ''جو یہ کہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورتِ ظاہری بشری ہے (اور) حقیقتِ باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے، یا یہ (کہے) کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں، وہ سچ کہتا ہے اور جو مُطْلَقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[2] ترجمہ: تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللّٰہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔[3]

---

[1]... ابن ماجہ، 1/489، حدیث: 902، مسند ابی یعلی، 4/438، حدیث: 5245، ملتقطاً.

[2]... پ15، بنی اسرائیل: 93. [3]... فتاوی رضویہ، 14/358.

تیسری بات یہ کہ قرآنِ کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے لہٰذا جس مسلمان کے دل میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کفار کا طریقہ اختیار کرنے سے بچے اور حضور پُرنور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر گمراہوں کی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے متعلق درست عقائد اپنانے اور غلط و باطل عقائد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:32

صالحین سے مخلوق کی محبت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[1]

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں اکثر مفسّرین نے بخاری و مسلم کی ذیل میں درج حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے: حضور اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اس سے محبت

1... پ16، مریم:96.

کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔[1]

ترمذی شریف میں حدیثِ مذکور کا آیتِ بالا کی تفسیر میں بیان کرنا خود نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے بھی مذکور ہے۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہ عَنْهما نے فرمایا کہ اللہ نیک آدمی کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور "وُدًّا" کی تفسیر میں مزید فرمایا کہ اس سے مراد دنیا میں اچھی روزی، لوگوں کی زبانوں پر ذکرِ خیر اور مسلمانوں کے دلوں میں محبت ہے۔ امام مجاہد رَحْمَةُ اللہ عَلَیْه نے فرمایا کہ اللہ خود اس بندے سے محبت فرماتا ہے اور مخلوق کا محبوب بنا دیتا ہے۔[3]

حضرت ہرم بن حیان رَحْمَةُ اللہ عَلَیْه فرماتے ہیں: جب بندہ اپنے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ اہلِ ایمان کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے لوگوں کی محبت و شفقت عطا کر دیتا ہے۔[4]

علّامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللہ عَلَیْه نے تاویلاتِ نجمیہ کے حوالے سے ایمان، اعمالِ صالحہ اور اُن کے ثمرات کو ایک خوبصورت مثال کے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب ایمان کا بیج دل کی زمین میں بویا جائے اور نیک اعمال کے پانی سے اس کی پرورش کی جائے تو وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا پھل نکل آتا ہے اور اس کا

1... بخاری، 2/382، حدیث: 3209- مسلم، ص1086، حدیث: 6705.

0... ترمذی، 5/109، حدیث: 3172. 1... تفسیر طبری، 8/385. 2... خازن، 3/248.

پھل اللہ کی محبت، انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، فرشتوں اور مؤمنین سب کی محبت ہے۔[1]

آیت و حدیث کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مؤمنینِ صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیتِ خداوندی کی دلیل اور خاص عطیہ الٰہیہ ہے جس کا زندہ ثبوت حضور سیّدنا غوثِ اعظم، خواجہ غریبِ نواز، بابا فرید گنجِ شکر، داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت مجدد الف ثانی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور پیر مہر علی شاہ صاحب اور ہزاروں اولیاء کرام رَضِیَ اللہ عَنْہم کی مبارک ہستیوں کی صورت میں موجود ہے۔ فرمانِ حدیث کے مطابق لوگوں کے دل صالحین و اولیاء کی طرف قدرتی طور پر راغب ہو جاتے ہیں، وہ اپنی شہرت و مقبولیت کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرتے جیسا کہ امام فخر الدّین رازی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک قول یہ ہے کہ اللہ صالحین کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دیتا ہے حالانکہ وہ نیک لوگ نہ تو لوگوں سے محبت طلب کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کی نظر میں پسندیدہ بننے کے اسباب اختیار کرتے ہیں بلکہ یہ (لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنا) خاص اللہ کا فعل ہوتا ہے۔[2]

اِس آیتِ مبارکہ کے معانی اور اولیاء کرام کے اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حسنہ، خصائلِ جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ کو دیکھتے ہیں تو قرآن پاک کی صداقت پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے چنانچہ مختلف اولیاء کرام کی سیرت کو ایک نظر دیکھیں تو ایمان کے درخت پر اعمالِ صالحہ کی شاخیں جھومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کی زندگی کتاب وسنّت کی پیروی، علم و عمل میں موافقت، آخرت کی دنیا پر ترجیح کا مظہر ہوگی، ان کے شب وروز کے معمولات میں شب بیداری، سوز و گداز، قیامُ

1... روح البیان، 5/359. 2... تفسیر کبیر، 7/567.

اللیل، سجودِ محبت و خشیت، ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، تفکر و تدبر، توبہ و استغفار نظر آئے گا۔ ان کے قلبی اعمال میں محاسبہِ اعمال، اخلاص و للّٰہیت، صبر و شکر، توکل علی اللہ، توحیدِ کامل، تسلیم و رضا، فقر و قناعت، زہد و ورع، فکرِ آخرت، محبت و رضائے الٰہی، خیر خواہی، احترامِ مسلم، حسنِ ظن کے روشن پہلو ہوں گے۔ ان کے قول و فعل میں نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو، مسلمانوں سے حسنِ ظن، عفو و درگزر، چشم پوشی، مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک، حقوقُ العباد کی ادائیگی، مخلوق پر شفقت و رحمت کا ظہور ہو گا، ان کا شیوہ عاجزی و انکساری ہو گا اور ان سب کے باوجود اللہ کی خفیہ تدبیر اور بُرے خاتمے سے ڈرتے ہوں گے۔

یہ وہ ہیں جن پر مؤمنین، صالحین، متقین، صابرین، شاکرین، خاشعین، مطیعین، متوکلین، محبین، ناصحین، اصحابِ یمین وغیرہا کے اوصاف کھلی آنکھوں نظر آئیں گے اور ان کے صلہ میں اللہ ان کی محبت و عقیدت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ دیکھ لیں، آج اولیاء اللہ اپنے مزارات میں سو رہے ہیں اور لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں حالانکہ سابقہ زمانے کے صالحین کو ہم میں سے کسی نے دیکھا بھی نہیں اور یونہی زندہ موجودہ علماء و صلحاء و مشائخِ کرام کو دیکھ لیں کہ جو اصحابِ تقویٰ و صلاح ہیں ان سے لوگ کتنی محبت کرتے ہیں اور کس طرح ان کا ذکرِ خیر کرتے ہیں جس کی ایک مثال دیکھنی ہو تو امیرِ اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ہمہ گیر مقبولیت و شہرت و محبت و عقیدت کو آپ خود مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ سب اُن نیک اعمال کی برکتیں ہیں جو اخلاص کے ساتھ صرف رضائے الٰہی کے لئے کئے جائیں۔

ریاکاری اور اخلاص کا فرق لوگوں سے عموماً پوشیدہ ہوتا ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ

میں کچھ پوشیدہ نہیں اور اللہ عمل کی حقیقت و اصلیت کے مطابق ہی صلہ عطا فرماتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رَحْمَةُ الله عَلَيْه فرماتے ہیں: ایک شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں اللہ کی بہت عبادت کروں گا تاکہ اس کے سبب لوگوں میں میرا چرچا ہو جائے، چنانچہ نماز کے وقت یہ حالت کہ نماز میں کھڑا نظر آتا، سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا اور سب سے آخر میں نکلتا تھا۔ سات مہینے تک اس کا یہی معلوم رہا اور اس دوران جب بھی لوگوں کے پاس سے گزرتا تو وہ یہی کہتے: اس ریاکار کی طرف دیکھو۔ ایک دن اس نے دل میں سوچا کہ میرا تذکرہ تو برائی کے ساتھ ہی ہوتا ہے، اب میں اپنا ہر عمل رضائے الٰہی کے لئے ہی کروں گا۔ اس نے صرف اپنی قلبی نیت بدلی اور عمل پہلے کی طرح کرتا رہا، اس کے بعد وہ لوگوں کے پاس سے گزرا تو اب وہ کہنے لگے: اللہ فلاں پر رحم فرمائے۔ پھر آپ رَحْمَةُ الله عَلَيْه نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا [1]

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔

اللہ ہمیں اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر: 33

اخروی حساب سے لوگوں کی غفلت

ارشاد فرمایا:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ [2]

1... پ16، مریم: 96. 2... پ17، الانبیاء: 1 .

ترجمہ: لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِس آیت میں اگرچہ اُس وقت کفارِ قریش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن لفظ "اَلنَّاس" میں عموم ہے (اور اس سے تمام لوگ مراد ہیں۔) نیز یہاں قیامت کے دن کو گزرے ہوئے زمانہ کے اعتبار سے قریب فرمایا گیا کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے دنیا میں جو بھی عمل کئے ہیں اور ان کے بدنوں، ان کے جسموں، ان کے کھانے پینے کی چیزوں اور ان کے ملبوسات میں اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں، ان کے حساب کا وقت (روزِ قیامت) قریب آگیا ہے اور اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کے بدلے میں انہوں نے کیا عمل کئے، آیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے دیئے ہوئے حکم پر عمل کیا اور جس چیز سے اس نے منع کیا اس سے رک گئے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، اس سنگین صورتِ حال کے باوجود لوگوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کئے جانے سے اور قیامت کے دن پیش آنے والی عظیم مصیبتوں اور شدید ہولناکیوں سے بے فکر ہیں اور اس کے لئے تیاری کرنے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور انہیں اپنے انجام کی کوئی پرواہ نہیں۔ (1)

1... خازن، 3/270-271، مدارک، ص709، تفسیر طبری، 9/3، ملتقطاً۔

یاد رہے کہ یہاں اگرچہ کفار کی روش کو بیان کیا گیا ہے لیکن افسوس !فی زمانہ مسلمانوں میں بھی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب سے غفلت بہت عام ہو چکی ہے اور آج انہیں بھی جب نصیحت کی جاتی ہے اور موت کی تکلیف، قبر کی تنگی، قیامت کی ہولناکی، حساب کی سختی اور جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو یہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بجائے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں، حالانکہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایساطرزِ عمل اختیار کرے جو کافروں اور مشرکوں کا شیوہ ہو۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: اے انسان! تجھے اپنے کریم رب عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ تو دروازے بند کرکے، پردے لٹکا کر اور لوگوں سے چھپ کر فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گیا!(تو لوگوں کے خبر دار ہونے سے ڈرتا ہے حالانکہ تجھے پیدا کرنے والے سے تیرا کوئی حال چھپا ہوا نہیں) جب تیرے اَعضا تیرے خلاف گواہی دیں گے (اور جو کچھ تو لوگوں سے چھپ کر کرتا رہا وہ سب ظاہر کر دیں گے) تو اس وقت تو کیا کرے گا۔ اے غافلوں کی جماعت! تمہارے لئے مکمل خرابی ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے پاس سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھیجے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر روشن کتاب نازل فرمائے (جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے)اور تمہیں قیامت کے اوصاف کی خبر دے، پھر تمہاری غفلت سے بھی تمہیں آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ

ترجمہ: لوگوں کا حساب قریب آگیااور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی

رَّبِّهِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡهُ وَ هُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ۝لَاهِیَةً قُلُوۡبُهُمۡ [(1)]	نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر وہ ہمیں قیامت قریب ہونے کے بارے میں بتاتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ [(2)]	ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

اور ارشاد فرمائے کہ:

اِنَّهُمۡ یَرَوۡنَهٗ بَعِیۡدًا۝وَّ نَرٰىهُ قَرِیۡبًا [(3)]	ترجمہ: بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا کہ:

وَ مَا یُدۡرِیۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِیۡبًا [(4)]	ترجمہ: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اس کے بعد تمہاری سب سے اچھی حالت تو یہ ہونی چاہئے کہ تم اس قرآنِ عظیم کے دیئے درس پر عمل کرو، لیکن اس کے برعکس تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس قرآن کے معانی میں غور و فکر نہیں کرتے اور روزِ قیامت کے بے شمار اَوصاف اور ناموں کو (عبرت کی نگاہ سے) نہیں دیکھتے اور اس دن کی مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں (اور دعا کرتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے اس غفلت کو دور فرمائے۔[(5)] اور ہر مسلمان کو اس فانی دنیا سے بے

---

❶...پ17، انبیاء: 1-3. ❷...پ27 قمر: 1. ❸...پ29، معارج 7،6. ❹...پ21، احزاب: 63.
❺... احیاء علوم الدین، 5/ 272.

رغبت ہو کر نیک اعمال کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ترغیب کے لئے یہاں دو حکایات بھی ملاحظہ ہوں:

حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہ عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک عربی ان کے پاس آیا، آپ رَضِیَ اللہ عَنْہ نے اس کا نہایت اِکرام کیا اور اس کے متعلق حضور اقدس صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کلام کیا۔ وہ شخص جب دوبارہ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہ عَنْہ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایک وادی طلب کی ہے جس سے بہتر عرب میں کوئی وادی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے اس میں سے کچھ حصہ علیحدہ کر دوں جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے کام آئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رَضِیَ اللہ عَنْہ نے اس سے کہا کہ ”ہمیں تیری جائیداد کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ آج ایک سورت نازل ہوئی ہے اس نے ہمیں دنیا کی لذتیں بھلا دی ہیں (اور اس میں یہ آیت ہے) ”اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ “لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ عَنْہم میں سے ایک صحابی رَضِیَ اللہ عَنْہ دیوار بنا رہے تھے، جس دن یہ سورت نازل ہوئی اس دن ان کے پاس سے ایک شخص گزرا تو انہوں نے اس سے پوچھا ”آج قرآن پاک میں کیا نازل ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے ”اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ “لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے

1... ابن عساکر، 25/327.

ہوئے ہیں۔" ان صحابی رَضِیَ اللہ عَنْہ نے جب یہ سنا تو اسی وقت دیوار بنانے سے ہاتھ جھاڑ لیے اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب حساب کا وقت قریب آگیا ہے تو پھر یہ دیوار نہیں بنے گی۔[1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دلوں میں بھی دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت پیدا ہو جائے اور ہم بھی اپنی اُخروی زندگی بہتر بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو جائیں، آمین۔

درس نمبر: 34

فرشتوں کا مقام و مرتبہ اور خوفِ خدا

ارشاد فرمایا:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ[2]

ترجمہ: وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

آیت کے اس حصے "يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ" کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے کیا اور جو کچھ وہ آئندہ کریں گے سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فرشتوں کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اور ان کی تخلیق کے بعد کیا ہو گا۔[3]

مزید فرمایا: **اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے۔** حضرت

1... قرطبی، 2/145. 2... پ17، الانبیاء: 28. 3... بغوی، 3/204.

عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہ عَنْھما فرماتے ہیں کہ "لِمَنِ ارْتَضٰی" سے وہ لوگ مراد ہیں جو توحید کے قائل ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو (جن کا مسلمان ہونا بہر حال ضروری ہے۔)[1]

یاد رہے کہ فرشتے دنیا میں بھی شفاعت کرتے ہیں، کیونکہ وہ زمین پر رہنے والے ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ[2]

ترجمہ: عرش اٹھانے والے اور اس کے ارد گرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ[3]

ترجمہ: اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔

اور آخرت میں بھی فرشتے مسلمانوں کی شفاعت کریں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت

1... خازن، 3 / 275. 2... پ24، مومن: 7. 3... پ25، شوریٰ: 5.

سے معلوم ہو رہا ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: فرشتوں نے، نبیوں نے اور ایمان والوں نے شفاعت کرلی اور اب اَرحم الرّاحمین کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ایک تعداد کو جہنم سے نکال لے گا جنھوں نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہو گا۔(1)

آیت کے آخر میں فرمایا کہ فرشتے اس مقام و مرتبے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔(2)

فرشتوں کا خوفِ خدا:

فرشتے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر، اس کی پکڑ اور اس کے قہر سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں، اس سلسلے میں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1) حضورِ اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”میں معراج کی رات فرشتوں کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرئیل عَلَيْهِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس چادر کی طرح تھے جو اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے۔(3)

(2) ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَام سیّد المرسلین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا ہے تب سے میری آنکھ اس خوف کی وجہ سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں مجھ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی ہو جائے اور میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں۔(4)

---

❶... مسلم، ص112، حدیث:302(183). ❷... خازن، 3/275.

❶... معجم اوسط، 3/309، حدیث:4279. ❷... شعب الایمان، 1/521، حدیث:915.

(3) رسول کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا کہ میں نے کبھی حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے تب سے حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام نہیں ہنسے۔[1]

(4) نبی اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے پہلو اس کے خوف کی وجہ سے لرزتے رہتے ہیں، ان کی آنکھ سے گرنے والے ہر آنسو سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، جو کھڑے ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔[2]

فرشتے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے اس قدر ڈرتے ہیں تو ہر نیک اور گناہگار مسلمان کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرے اور اس کی پکڑ سے خوف کھائے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:35

حلال و حرام روزی

ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ-اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ[3]

ترجمہ: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

1... مسند امام احمد، 4/447، حدیث: 13342۔ 2... شعب الایمان، 1/521، حدیث: 914۔
3... پ18، المومنون: 51۔

رزقِ حلال کھانے اور نیک اعمال کرنے کا حکم تمام رسولوں کو دیا گیا۔ ہر رسول کو اُن کے زمانے میں یہ ندا فرمائی گئی۔ پاک رسولوں کو دیا گیا حکم ذکر کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ رزقِ حلال اور اعمالِ صالحہ (نیکیوں) کی عظمت و اہمیت اُجاگر ہو۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا عمل اس کی اُمت کے لئے نمونہ ہوتا ہے، یوں جب امت اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے عمل یعنی رزقِ حلال کو نہایت اہمیت دینے اور نیکیوں کی طرف رغبت کا مشاہدہ کرے گی تو ان اعمال میں پیروی کرے گی جیسے نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ حسنہ اور عبادت و ریاضت کے واقعات بیان کئے جائیں تو لوگوں کو بہت ترغیب ملتی ہے۔ رزقِ حلال کھانے کا یہی حکم اہلِ ایمان کو بھی دیا گیا چنانچہ اسی آیت کے متعلق نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا۔ (چنانچہ رسولوں کو) فرمایا: ”اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔“[1] اور (اہلِ ایمان سے) فرمایا: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ[2]۔[3]

”طَیِّبٰت“ یعنی پاکیزہ چیزوں سے مراد حلال چیزیں اور ”صَالِحاً“ یعنی اچھے کام سے مراد شریعت کے اَحکام پر اِستقامت کے ساتھ عمل کرنا ہے۔

خدا کی بندگی و اطاعت میں رزقِ حلال کی بڑی بنیادی حیثیت ہے کہ تقویٰ و خوفِ خدا کا سب سے اہم پہلو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے اور نافرمانی کے کاموں میں رزقِ حرام

---

❶...پ18، المومنون: 51. ❷...پ2، البقرہ: 172. ❸... مسلم، ص393، حدیث: 2346.

نہایت شدید اور گھناؤنا ہے۔ افسوس کہ لوگ حلال و حرام کمائی کا خیال کرنے میں بہت بے پرواہو چکے ہیں اور حدیث میں بیان کردہ زمانے کے آثار نظر آتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب آدمی یہ پروا نہیں کرے گا کہ وہ جو کچھ حاصل کر رہا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ؟[1]

حلال کمانے کی بہت فضیلت ہے، رزقِ حلال کھانے والا جنّتی ہے چنانچہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص پاکیزہ یعنی حلال چیز کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو وہ جنّت میں داخل ہو گا۔[2]

رزقِ حلال کھانے والے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہ عَنْہ نے نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی کہ یارَسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مُسْتَجَابُ الدَّعوَات بنادے (یعنی میری سب دعائیں قبول ہوں) رسولُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: لقمہ ٔحلال اپنے لئے لازم کرلو تو مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات ہو جاؤ گے۔[3]

احکامِ قرآن:

حلال و حرام روزی کے متعلق قرآن کے احکام ملاحظہ ہوں:

(1) پاکیزہ رزق کھانے کا حکم پروردگارِ عالَم نے یوں دیا: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔[4]

(2) ناحق مال کھانے اور تھانے کچہری میں لوگوں کو گھسیٹ کر مال بنانے والوں کو

1... بخاری، 2/7، حدیث: 2059. 2... ترمذی، 4/233، حدیث: 2528.

1... معجم اوسط، 5/34، حدیث: 6495، الترغیب والترہیب، 2/345، حدیث: 8. 2... پ2، البقرۃ: 172.

یوں منع فرمایا: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔[1]

(3) مالِ یتیم ہڑپ کرنے والوں کو سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔[2]

(4) امانت کی ادائیگی کے متعلق حکم دیا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو۔[3]

رزقِ حرام کے متعلق اِن احادیث پر بھی ایک نظر ڈالیں:

(1) نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ گوشت جنت میں نہ جائے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو اور ایسا حرام گوشت دوزخ کا زیادہ مستحق ہے۔[4]

(2) فرمایا: حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔[5]

(3) فرمایا: حرام مال کا کوئی صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا۔[6]

(4) فرمایا: رشوت لینے والا، دینے والا جہنمی ہے۔[7]

(5) فرمایا: رشوت دینے والے اور لینے والے پر اللہ کے رسول صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لعنت بھیجی ہے۔[8]

---

❶...پ2، البقرۃ:188. ❷...پ4، النساء:10. ❸...پ5، النساء:58.
❹...ترمذی، 2/118، حدیث:614، مشکوٰۃ، 2/131، حدیث:2772. ❺... مسلم، ص393، حدیث:2346.
❻... مسلم، ص115 حدیث:224. ❼... معجم اوسط، 1/550، حدیث:2026.
❽...ابوداؤد، 3/420، حدیث:3580.

(6) حرام کھانے والے کی عبادت و نماز قبول نہیں ہوتی۔[1]

(7) تجارت میں جھوٹ بولنے والے اور عیب چھپانے والے کے کاروبار سے برکت مٹادی جاتی ہے۔[2]

(8) مزدور کی مزدوری مارنے والے کے مقابلے میں قیامت کے دن نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس مزدور کی حمایت میں ظالم کے خلاف کھڑے ہوں گے۔[3]

حرام کمائی کی صورتیں:

باطل اور ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال کھانا حرام ہے اور اس میں حرام خوری کی ہر صورت داخل ہے خواہ لُوٹ مار کرکے ہو یا چوری، جُوئے، سُود، رشوت میں سے کسی طریقے سے یا جھوٹی گواہی دے کر گواہ نے کمایا یا جھوٹا فیصلہ دے کر قاضی و جج نے مال پانی وصول کیا یا جھوٹ کی وکالت کرکے وکیل نے فیس لی یا یتیم، بیوہ، غریب امیر الغرض کسی کے مال میں خیانت کرکے، ڈنڈی مار کر یا کسی بھی طرح دھوکہ دے کر مال ہتھیا لیا یا حرام تماشوں جیسے ناٹک، فلموں، ڈراموں، گانے بجانے کی اجرت وصول کی، یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کا معاوضہ ہو یا بِلا اجازتِ شرعی بھیک مانگ کر رقم لی ہو۔ یہ سب ممنوع و حرام اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حلال رزق کھانے اور حرام رزق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت میں مزید فرمایا گیا کہ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ”اور اچھا کام کرو“ یہ حکم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا جارہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر بھی عبادات

1... اتحاف السادۃ المتقین، 6/452 2... بخاری، 2/14، حدیث: 2082.
3... بخاری، 2/52، حدیث: 2227.

فرض تھیں، لہٰذا کوئی شخص روحانیت کا کیسا ہی بلند درجہ حاصل کرلے وہ عبادت سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو لوگ فقیروں کا لبادہ اوڑھ کر اور صوفیا و صلحا جیسی شکل و صورت بنا کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم تو قُربِ خداوندی پا چکے لہٰذا اب ہم پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی، یہ سب باطل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ترین حضرات تو انبیاء و رُسل ہیں، جب ان پر عبادات فرض رہیں تو دوسرا کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، امین۔

درس نمبر:36

شرم و حیاء کا پیکر بننے کا طریقہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ [1]

ترجمہ: مسلمان مَردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ اُن کے کاموں سے خبردار ہے۔

یہ سورۂ نور کی آیتِ مبارکہ ہے اور سورۂ نور بطورِ خاص اِسلامی معاشرے میں پردہ، حجاب اور شرم و حیا کی ضرورت و اہمیت اور اس کی خلاف ورزی کی مختلف صورتوں اور ان کے سنگین نتائج اور سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔ موجودہ زمانے میں بے پردگی، بے حیائی، ترکِ حجاب، نمائشِ لباس و بدن اور ناجائز زیب و زینت سے بھرپور ماحول میں

1...پ18، النور:30.

اِس سورتِ مبارکہ کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت بہت بڑھ جاتی ہے۔اِسی لئے حدیث پاک میں حکم دیا گیا کہ ”اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ“[1]

اِس بات سے کوئی مسلمان اِنکار نہیں کر سکتا کہ شرم وحیا، اِسلامی معاشرے کی بنیادی اَقدار اور قرآن و سنت کے حکیمانہ اَحکام میں سے ہیں، اور اِس سے بھی کوئی اِنکار نہیں کر سکتا ہے کہ بدکاری اپنی تمام تر صورتوں کے ساتھ حرام ہے، خواہ رضامندی سے ہو یا جبری، پیسے کے بدلے میں ہو یا مفت، اِس کی تمام صورتیں حرام ہیں۔ اِسلام میں بدکاری کی حرمت ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ اِسے حلال سمجھنے والا مسلمان نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ چیز اُسی کے بتائے ہوئے کسی جائز طریقے کے بغیر، صرف باہمی رضامندی سے حلال نہیں ہو سکتی۔ بے حیائی اور بدکاری انسان کے اخلاقی وجود کو، رَذالت (کمینے پَن) میں ڈھال دیتی ہے اور اُسے احسنِ تقویم (بہترین تخلیق) سے اسفلِ سافلین (سب سے نِچلے درجے) میں جا گراتی ہے۔ بے حیا آدمی کی سوچ گندی، ذہنیت غلیظ اور اعمال و افعال گھٹیا پَن کے عادی ہو جاتے ہیں، اسی لئے جب کبھی کسی عالمی یا مُلکی سطح کے آدمی کی بے حیائی اور بدکرداری لوگوں کے سامنے آتی ہے، تو وہ آدمی لوگوں کی نگاہ میں ذلیل و رُسوا ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ واقعہ ایسے مُلک میں ہو، جہاں بے حیائی عام اور قانونی طور پر جائز ہو، ایسے مواقع پر لوگوں کو انسانی حقوق، کشادہ ذہنی، روشن خیالی، جنسی آزادی کی باتیں بھول جاتی ہیں، حالانکہ اِس وقت اِن سے بطورِ اعتراض پوچھا جاسکتا ہے کہ تمہارے قانون، معاشرے اور عقیدے میں تو یہ سب جائز تھا، تو اَب اِعتراض کیوں کر رہے ہو؟ اِس سے معلوم ہوا کہ حیادار آدمی کا لوگوں کی نظر میں معزز ہونا، اور بے حیا کا گھٹیا ہونا، فطرتِ

1... مستدرک، حدیث: 3546.

انسانی میں داخل ہے۔ دینِ اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ جس چیز کو حرام قرار دیتا ہے، اُس سے بچنے کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ اِسلام نے بدکاری اور بے حیائی کو حرام قرار دیا تو اِس سے بچانے والے اسباب کے متعلق بھی ہدایات عطا فرمائیں، جن میں پردے کی تاکید، اجنبی مرد و عورت کا کسی بند جگہ تنہا نہ ہونا، اجنبی مرد و عورت کا بلاضرورت آپس میں کلام و ملاقات نہ کرنا، عورتوں کا غیروں کے سامنے بھڑکیلے اور بے پردگی کے لباس نہ پہننا، بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا وغیرہا کثیر اَحکام عطا فرمائے گئے ہیں۔ اِس طرح کے اَحکام کو اصولِ فقہ کی زبان میں "سدِّ ذرائع" (برائی کے اسباب ہی کو روک دینا) کہا جاتا ہے۔ اُسی میں سے شرم و حیا کے متعلق ایک بنیادی حکم، "نگاہوں کو جھکا کر رکھنا" ہے، جو اُوپر بیان کردہ آیت میں دیا گیا ہے۔ اِس آیت میں مسلمان مَردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں، اُس پر نظر نہ ڈالیں۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ طیبہ میں بھی یہ حکم موجود ہے اور مسلمان مَردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کی تاکید فرمائی، چنانچہ ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ ! صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، راستوں میں بیٹھے بغیر ہمارا گزارا نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "اگر راستوں میں بیٹھے بغیر تمہارا گزارا نہیں، تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ عَنْہُم نے عرض کی: "راستے کا حق کیا ہے؟" ارشاد فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا۔[1]

دوسروں کے پوشیدہ اعضاء پر نظر ڈالنے سے بچنے کے متعلق رسولُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ

1... بخاری، 2/351، حدیث: 2285.

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک مرد دوسرے مرد کے ستر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کی جگہ دیکھے۔[1]

غلطی سے کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ دیکھنے کے متعلق فرمایا: کہ "ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلا قصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔"[2]

نگاہوں کو آزاد چھوڑنے کی تباہ کاری پر نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "نگاہ شیطان کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے۔"[3] یعنی جیسے زہر میں بجھے تیر کا شکار بچ نہیں پاتا، یونہی نگاہ کا آوارہ استعمال کرنے والا، گناہ میں پڑنے سے نہیں بچ سکتا۔

اس تنبیہ کے ساتھ دوسری طرف نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بدنگاہی کا موقع اور قدرت کے باوجود نگاہ جھکا لینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو مسلمان کسی عورت کے حسن و جمال کی طرف (بلا ارادہ) پہلی بار نظر کرے، پھر اپنی آنکھ جھکا لے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کرنے کی توفیق دے گا جس کا وہ مزہ پائے گا۔"[4]

حکیم الامت، امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے "نگاہوں کی حفاظت" پر "سدِّ ذرائع" کی روشنی میں بڑا حکیمانہ کلام فرمایا ہے، چنانچہ "منہاج العابدین" میں لکھا ہے (جسے بریکٹوں میں اپنے الفاظ کی تشریح کے ساتھ پیش کرتا ہوں): "نظر نیچی رکھنا، دل کو پاکیزہ بناتا ہے اور نیکیوں میں اضافے کا ذریعہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم نظر نیچی نہ رکھو، بلکہ اسے آزادی سے ہر چیز پر ڈالو، تو بسا اوقات تم بے فائدہ اور فضول بھی اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دو گے اور رفتہ رفتہ

1... مسلم، 1/238، حدیث:512 2... ابوداؤد، 2/54، حدیث:1837.
3... معجم الکبیر، حدیث:10362 4... مسند امام احمد، 5/264، حدیث:22332.

تمہاری نظر حرام پر بھی پڑنا شروع ہو جائے گی، اب اگر جان بوجھ کر حرام پر (مثلاً نامحرم عورت یا خوبصورت اَمرد پر بُری خواہش سے) نظر ڈالو گے، تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور عین ممکن ہے کہ تمہارا دل حرام چیز پر فریفتہ ہو جائے اور تم تباہی (گناہ) کا شکار ہو جاؤ، اور اگر اس طرف دیکھنا حرام نہ ہو، بلکہ جائز ہو، (جیسے لوگوں کے مہنگے لباس، موبائل، کار، مکانات کو دیکھنا) تو ہو سکتا ہے کہ تمہارا دل (اُن میں) مشغول ہو جائے اور اِس کی وجہ سے تمہارے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنا شروع ہو جائیں (کہ یا تو لوگوں پر وسوسے آئیں کہ حرام کمائی سے سب بنایا ہو گا اور یا پھر خود اُن کے حصول کی طلب میں خیالی پلاؤ پکاتے اور تڑپتے رہو گے) اور ان وسوسوں کا شکار ہو کر نیکیوں سے رہ جاؤ، لیکن اگر تم نے (حرام اور مباح) کسی طرف دیکھا ہی نہیں، تو ہر فتنے اور وسوسے سے محفوظ رہو گے اور اپنے اندر راحت و نشاط محسوس کرو گے۔[1]

آیت میں دوسرا حکم یہ ہے کہ **"اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"** یعنی بدکاری اور حرام سے بچیں، جس کا ایک طریقہ تو وہی "نگاہوں کو جھکانا" ہے اور مزید یہ ہے کہ اپنی شرم گاہ اور اُن سے متصل وہ تمام اعضاء جن کا چُھپانا ضروری ہے، انہیں چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ "نگاہیں نیچی رکھنا" اور "شرم گاہ کی حفاظت کرنا" گناہوں سے بچنے کا وہ عمدہ و مفید ذریعہ ہے کہ خود رب العالمین اِس کی افادیت کے متعلق فرماتا ہے: "**ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ**" یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ یعنی نگاہیں نیچی رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا "گناہ کی گندگی" کے مقابلے میں بہت پاکیزہ طریقہ ہے۔ اِن سب باتوں کے علاوہ آیت کے اِختتام پر گناہوں سے بچنے کے سب سے بنیادی اور مؤثِّر طریقے کی طرف

1... منہاج العابدین، ص62.

بھی اِشارہ فرما دیا کہ ”بیشک اللہ تعالیٰ اُن کے کاموں سے خبر دار ہے۔“ یعنی گناہوں سے بچنے میں یہ تصور بہت مفید ہے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے۔“ حقیقت یہی ہے کہ اگر یہ تصور کما حقہ (جیسا ہونا چاہئے ویسا) ہمارے دل و دماغ میں مُستَحضَر (واضح طور پر موجود) رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جملہ اَعمال، نگاہوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ خیالات سے باخبر ہے تو تنہا یہی ایک تصور، سب گناہوں سے بچانے کیلئے کافی ہے۔ اسی حکمِ شرعی کی وجہ سے دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول میں نگاہوں کی حفاظت پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ نگاہوں کی حفاظت کو دعوتِ اسلامی کی اِصطلاح میں آنکھوں کا قفلِ مدینہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس مدنی انعام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر: 37

دلوں کی حالتیں

ارشاد فرمایا:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ o یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [1]

ترجمہ: اور مجھے اس دن رُسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا۔

ان آیات میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کی دعا ذکر کی گئی ہے کہ اے میرے رب!

❶...پ19، الشعرآء: 87-89.

مجھے قیامت کے اس دن رُسوا نہ کرنا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا، اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے البتہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور کفر، شرک اور نفاق سے سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی نفع دے گا اور اولاد بھی۔

یہاں قلبِ سلیم یعنی سلامتی والے دل کی بات کی گئی۔ دل کی دنیا بہت وسیع ہے جس پر علما، اولیا اور صوفیا نے تفصیلی کلام کیا ہے کیونکہ ظاہر وباطن کی اصلاح، معرفت کا حصول، قُربِ الٰہی کی منازل تک رسائی اور تجلیات وانوارِ الٰہی کا مشاہدہ اِسی قلب کے نور وسلامتی پر موقوف ہے۔ کائناتِ دل کی وسعت کے بارے میں حضرت سلطان باہو رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈُونگھے، کون دِلاں دیاں جانے ہُو

وچے بیڑے وچے جھیڑے، وچے ونجھ مہانے ہُو

چوداں طبق دِلے دے اندر، جتھے عشق تمبو ونج تانے ہُو

جو دل دا محرم ہووے باہو، سوئی رب پچھانے ہُو

خلاصۂ اشعار:

دل دریاؤں اور سمندروں سے بھی زیادہ گہرے ہیں۔ کشتیاں، چپو اور ملاح سب اسی میں ہیں۔ چودہ طبق یعنی تمام کائنات اور تمام جہان دل کے اندر سمائے ہوئے ہیں اور انسانی قلب اللہ کریم کی جلوہ گاہ ہے لیکن ایسے عظیم صلاحیتیں رکھنے والے دل سے ربّ کو وہی پہچان سکتا ہے جو دلوں کی دنیا کے بھید جانتا ہے یعنی وہ مرشدِ کامل جو ساری منزلیں طے کر چکا ہو۔

دل اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں طرح کے دلوں کا بیان فرمایا ہے، برے دلوں کے متعلق فرمایا: ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا۔ (1)

ایک جگہ فرمایا: تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے۔ (2)

ایک جگہ فرمایا: اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ (3)

ایک جگہ فرمایا: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ (4)

ان آیات میں بُرے دلوں کو جن الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے، یہ ہیں: مریض دل، ٹیڑھے دل، مہر لگے ہوئے دل اور پتھروں جیسے یا اس سے بھی سخت دل۔ یہ سب بُرے اور خدا کی بارگاہ میں ناپسندیدہ دل ہیں۔

اور اچھے دلوں کے بارے میں فرمایا: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ (5)

ایک جگہ فرمایا: جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل کے ساتھ حاضر ہو گا۔ (6)

ایک جگہ فرمایا: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کیلئے جھک جائیں۔ (7)

ان آیات میں اچھے دلوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ خدا کے ذکر پر خوفِ خدا سے

---

❶...پ1، البقرۃ:10 . ⓿...پ3، اٰلِ عمران:7. ❶...پ1، البقرۃ:7. ❷...پ1، البقرۃ:74.
❸...پ9، الانفال:2 . ❹...پ19، الشعرآء:88، 89. ❺...پ27، الحدید:16.

لبریز، باطنی عیوب ورذائل سے سلامت اور اللہ کی یاد کیلئے جھکنے والے ہوتے ہیں۔

دل کی بُری حالت ختم کر کے اسے اچھی حالت میں تبدیل کرنا نہایت اہم ہے کیونکہ تمام اعضا کی اصلاح کا دار و مدار دل کی اصلاح پر ہے۔ دل نیک اور متقی ہے تو اعضا بھی نیکی و تقویٰ سے آراستہ ہوں گے اور اگر دل تقویٰ سے خالی ہوا تو ظاہر بھی گناہوں میں لتھڑ جائے گا۔ اسی لئے نبیِّ کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جان لو کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، خبر دار! وہ دل ہے۔[1]

دل کی سب سے اعلیٰ حالت تو یہ ہے کہ وہ پاک صاف، نفسانی خواہشات سے دور، محبتِ الٰہی میں مستغرق اور رضائے الٰہی کا طلب گار ہو جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔[2]

ایک جگہ فرمایا: جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔[3]

اعلیٰ حالت کے مقابلے میں دل کی بدتر حالت یہ ہے کہ یادِ خدا سے غافل، نفسانی خواہشات کا شکار، حلال و حرام کی تمیز سے بے پرواہ اور گناہوں کی آلودگی میں ڈوبا ہوا ہو۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دل مختلف خیالات کے لئے میدانِ جنگ بنا ہوتا ہے، اس میں شیطان اور فرشتوں کی جنگ جاری ہوتی ہے۔ شیطان دنیوی لذتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے کہ دیکھ! لوگ کتنے مزے، عیش اور مستیوں میں مگن ہیں اور تم خواہ مخواہ

1... بخاری، 1/20، حدیث: 52. 2... پ29، الدھر: 8، 9. 3... پ7، الانعام: 52.

عبادت کی مشقتوں میں خود کو ہلکان کر رہے ہو اور فرشتہ یاد دلاتا ہے کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔[1] نیز قبر کا حساب، آخرت میں جواب اور جنت و جہنم کا ٹھکانہ سب معاملات پیش آنے ہیں۔

ان تینوں حالتوں میں سے کسی کو بھی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ نے بندے کے اختیار میں دیا ہے۔ جو بہترین حالت میں ہے وہ اپنی محنت سے ہے، جو بدتر حالت میں ہے وہ اپنے کرتوتوں کے سبب ہے اور جو تردُّد و تذبذب کا شکار ہے وہ بھی اپنی اختیاری کمزوری کی وجہ سے ہے۔ کامل مسلمان کی خواہش یقیناً یہی ہوتی ہے کہ اپنے دل کو بہترین حالت میں رکھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کی اصلاح کیسے کی جائے؟ تو اس کا طریقہ ایک مثال کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ دل کی مثال قلعے جیسی ہے جس میں دشمن داخل ہو کر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اس قلعے میں داخل ہونے کے بہت سے راستے ہیں۔ ایک دروازہ حرص ہے: حرص انسانی مزاج کی بنیادوں میں شامل ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: اور دلوں کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔[2]

اور ایک جگہ اس مزاج اور سوچ کی منظر کشی یوں فرمائی: تم فرماؤ، اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم انہیں روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔[3]

حرص کی خصلت و عادت کے برا ہونے اور اس سے جان چھوٹنے کے مشکل ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ اس سے نجات پانا بہت بڑی کامیابی ہے، چنانچہ فرمایا: اور جو اپنے نفس

1...پ21، العنکبوت:57. 2...پ5، النسآء:128 . 3...پ15، بنی اسرائیل:100.

کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ حرص انسان کو اندھا کر دیتی ہے اور زیادہ طلبی کی آگ مزید مال ملنے پر بجھتی نہیں بلکہ اور بھڑکتی ہے۔ اور حدیث میں فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس مال یا سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ ضرور تیسری وادی تلاش کرے گا۔ (قبر کی) مٹی ہی ہے جو ابنِ آدم کے پیٹ کو بھر سکتی ہے۔[2]

حرص کا علمی علاج یہ ہے: دنیا کی حرص کو آخرت کی حرص سے بدل دیا جائے لیکن یہ صرف دو جملے بول دینے سے نہیں ہوگا بلکہ بار بار غور و فکر کرنے سے ہوگا۔ یہ طریقۂ علاج قرآنِ مجید کی آگے مذکور آیت سے ماخوذ (لیا گیا) ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ بیشک نیک لوگ ضرور چین میں ہوں گے، تختوں پر نظارے کر رہے ہوں گے۔ تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے۔ انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگائی ہوئی ہوگی۔ اس کی مہر مشک (کی) ہے اور للچانے والوں کو تو اسی پر للچانا چاہیے۔[3]

اس آیت میں غور و فکر کا طریقہ یہ ہے کہ جنت کی نعمتوں اور دنیا کی لذتوں کا تقابل کریں مثلاً ایک طرف دنیا کا آرام اور دوسری طرف جنت کا چین، یہاں دنیا میں لکڑی کے بنے چھوٹے چھوٹے تخت اور وہاں سونے چاندی کے بنے اور ہیرے جواہرت سے جڑے عالیشان تخت، یہاں دنیا کے باغوں کے نظارے اور وہاں جنت کے حسین و دلکش باغات کے مناظر، یہاں کھاپی کر چہروں پر خوشی کے آثار اور وہاں جنت کی دائمی، ابدی، خوشگوار نعمتوں کے احساس سے چہرے سے چھلکتی خوش کُن تروتازگی، یہاں دنیا کی بے خود

1...پ28، الحشر: 9. 2... بخاری، 4/228، حدیث: 6436 ماخوذاً. 3...پ30، المطففین: 22 تا 26.

کر دینے والی ناپاک بدبودار ملاوٹی شراب اور وہاں جنت کی لذت و سرور سے معمور صاف، شفاف، نکھری، نتھری خالص شرابِ طہور، یہاں فنا ہونے والی بے وفا، مطلبی حسیناؤں کے نظارے اور وہاں باوفا، لافانی حوروں کا خیرہ کُن حسن و جمال اور ان سب سے بڑھ کر جنت میں ربِّ کریم کے وجہِ کریم کے جلوے۔ سبحٰن اللہ۔ یہ تقابل ذرا بار بار کریں اور پھر خدا کے اِس فرمان کو دہرائیں کہ للچانے والوں کو تو اسی پر للچانا چاہئے۔اِنْ شَآءَ اللہ چند بار کی مشق سے دل سے دنیا کی حرص ختم ہوتی نظر آئے گی۔

اور حرص کا عملی علاج یہ ہے کہ جہاں حرص بے موقع اور بے مقصد ہی تنگ کر رہی ہو وہاں اس کی خواہش پوری نہ کریں جیسے

(1)پہلے سے بقدرِ کفایت مال موجود ہے اور اچھے طریقے سے گزر بسر ہو رہی ہے لیکن دل مزید مال کا حریص ہو تو یہ خواہش ترک کر دے۔

(2)اسی طرح حاجت کے مطابق کھا لینے کے بعد بھی نفس لذت کے لئے مزید کھانے کا متمنی ہو تو اس سے رُک جائے۔

(3)خواب و خیال میں ہر وقت رنگ برنگی گاڑیاں، لذتیں اور سیر سپاٹے گھوم رہے ہوں تو اپنے خیالات کو اچھی چیزوں کی طرف پھیر دے۔

(4)روزانہ حرص سے متعلق کوئی نہ کوئی چیز چھوڑتا رہے تاکہ نفس اس کا عادی ہو جائے۔

قلب میں دشمن یعنی شیطان کے داخلے کا دوسرا دروازہ مال کی محبت ہے کہ خدا سے غافل کرنے میں اس کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اسی لئے قرآنِ پاک میں بھی فرمایا گیا:

زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔(1)

اور اللہ تعالیٰ نے پہلے سے متنبہ فرمادیا: جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے۔(2)

اور مال و اولاد کی محبت میں گم ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہونے سے بطورِ خاص بچنے کا حکم دیا چنانچہ فرمایا: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔(3)

اور بتایا کہ خدا کو وہ بندے بہت پسند ہیں جو مال و تجارت کی مشغولیت کے باوجود خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، چنانچہ فرمایا: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔(4)

دل میں شیطان کے داخلے کے اس دروازے کو بند کرنے کا علمی طریقہ یہ ہے کہ "مال کی مذمت" اور "نیکیوں اور سخاوت کی فضیلت" والی احادیث پر غور و فکر کرے تو اس سے خرچ کرنے کی رغبت پیدا ہو گی اور مال کی محبت کم ہو گی۔ یونہی دوسرا طریقہ یہ ہے کہ موت کو یاد کرے کہ کتنے بچے، جوان، دوست، رشتے دار کس طرح اچانک مر گئے اور اپنا مال دنیا میں چھوڑ کر دل میں حسرتیں لئے دنیا سے چلے گئے۔ چھوڑا ہوا دوسرے لوگ استعمال کریں گے لیکن کمانے کا حساب مجھے دینا پڑے گا۔

اس دروازے کو بند کرنے کا عملی طریقہ یہ ہے کہ نیکی کے کاموں میں مال خرچ

---

❶...پ30، التکاثر:1 تا2.⓿...پ9، الانفال:28.❶...پ28، المنٰفقون:9.❷...پ18، النور:37.

کرنے کی عادت بنائے مثلاً

(1) مال کو عبادات مثلاً حج و عمرہ میں خرچ کرے۔

(2) صدقۂ جاریہ کے طور پر مسجد و مدرسہ کی تعمیر و ترقی پر خرچ کرے۔

(3) فقراء و مساکین اور دیگر مستحقین کو صدقہ کر دے۔

(4) اپنے رشتہ داروں اور دیگر دینی بھائیوں کو کچھ نہ کچھ تحفۃً پیش کرتا رہے۔

(5) اپنے ملازمین اور نوکروں پر خرچ کرے۔

(6) کسی کو معین کئے بغیر عام خیرات مثلاً ڈسپنسری یا پانی کی سبیل وغیرہ لگوا دے۔

یہ تمام کام اپنے اوپر جبر کر کے اختیار کرے تاکہ یہ اس کی عادت میں شامل ہو سکیں اور اگر ان نیک امور میں خرچ کرنے سے دل میں محتاجی کا خوف ہو تو یہ بات ذہن میں رکھے کہ جس رب نے مجھے پیدا کیا ہے وہ رزق بھی دے گا۔ یہ طریقے مسلسل اختیار کرے گا تو اِنْ شَآءَ اللہ دل کی حالت بہتر ہوتی جائے گی۔

دل میں شیطان کے داخل ہونے کا تیسرا دروازہ " مکان، کپڑوں اور سامان سے محبت ہے" اسی کی آرائش و زیبائش میں لگے رہنا، کبھی کلر چینج تو کبھی ماڈل چینج تو کبھی علاقہ چینج۔ صرف دنیوی اسٹیٹس کو بہتر سے بہتر بنانے میں مگن رہنا۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور

الْحَرْثِؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ [1] کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا گیا۔) یہ سب دنیاوی زندگی کا سازو سامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

اور حدیثِ پاک ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی بنیاد (جڑ) ہے۔ [2]

اگر بقدرِ ضرورت مکان اور سامان حاصل کیا جائے تو یہ مذموم نہیں ہے مگر اس کی محبت میں گم رہنا اور ہر وقت اس کی تزئین و آرائش اور ٹپ ٹاپ میں مصروف رہنا ہرگز لائقِ تحسین نہیں ہے۔ مکان، لباس اور دیگر اسبابِ زندگی اگر عمدہ سے عمدہ بنانے کی لگن دل میں رہے تو یہ دل کی غفلت کی علامت ضرور ہے اور کثرتِ اسباب و اموال سے دل میں تکبر یا تفاخر یا خود پسندی یا حبِ جاہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

دنیا کی لذتوں کا معاملہ یہ ہے کہ جتنی ملتی جائیں اتنی ہی طلب بڑھتی جاتی ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جتنی یہ غفلت بڑھے گی اتنی ہی خدا سے دوری میں اضافہ ہو گا۔

اس کا علاج یہ ہے کہ دنیا کی عورتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں، سواریوں اور اموال کی کثرت کی بجائے جنت میں ان کی کثرت کا سوچے اور یہاں کا مال آخرت میں بھیج کر یعنی صدقہ کر کے وہاں ذخیروں میں اضافہ کرتا جائے اور مال کی جگہ مولا کریم کی طلب دل میں پیدا کرے اور بڑھائے اور دنیاوی اسباب کو اِس نظر سے ضرور دیکھتا رہے کہ یہ مجھے میرے محبوبِ حقیقی خداوند قدوس کی بارگاہ سے دور کرنے کا ذریعے بن سکتے ہیں لہٰذا میں محتاط رہوں۔ ذہنی طور پر اس انداز میں ہوشیار رہنے سے بہت بچت رہتی ہے۔

شیطان کے داخلے کا چوتھا دروازہ، "غصہ" ہے: غصے میں عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور

1... پ3، اٰلِ عمرٰن: 14. 2... شعب الایمان، 7/323، حدیث: 10457.

شیطان آسانی سے حملہ کرلیتاہے کیونکہ غصہ شیطان کا ایسا جال ہے کہ جو اس میں پھنس جائے تو وہ شیطان کے ہاتھوں میں گیند کی طرح کھیلتاہے۔غصے میں آدمی کے منہ سے کچھ ایسا بھی نکل جاتا ہے جس سے دین و دنیا حتی کہ ایمان بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ غصے سے ہی اگر قدرت ہو تو ظلم جنم لیتاہے، اور اگر قدرت نہ ہو تو کینہ بنتاہے اور اسی سے حسد پیدا ہوتاہے، اسی سے دشمنی پیدا ہوتی، رشتے داری ٹوٹتی، طلاق ہوتی اور قتل وغارت کی نوبت آتی ہے اور ان تمام چیزوں کے بعد زندگی امن وسکون سے خالی اور نفرت وعداوت سے معمور ہو جاتی ہے۔ یونہی غصے کی وجہ سے غلط فیصلے ہوتے ہیں، جبکہ غصہ بھول جانے اور معاف کرنے سے دلی سکون اور راحت ملتی ہے، دل و دماغ سے بوجھ اتر جاتاہے اور بندہ خدا کے پسندیدہ لوگوں میں شامل ہو جاتاہے۔اللہ تعالیٰ فرماتاہے:

وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (1)

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے در گزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتاہے۔

غصہ نہ آئے یا کم آئے تو اس کا عملی علاج یہ ہے کہ جن وجوہات کی وجہ سے انسانی طبیعت میں غصے کا عنصر بڑھتاہے اسے کم کرے ان اسباب میں ایسے افراد کی صحبت بھی ہے جو لڑتے جھگڑتے اور بات بات پر لوگوں پر غصہ نکالتے ہیں، ان افراد سے کنارہ کشی کی جائے۔یونہی جب غصہ آجائے تو اسے دور کرنے کے متعدد عملی علاج ہیں: مثلاً ایک یہ کہ جب غصہ آئے تو "اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" یا "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" مسلسل پڑھتا رہے۔ دوسرا یہ کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرلے۔ تیسرا یہ ہے کہ کھڑا ہے تو بیٹھ

---

(1)...پ4، اٰلِ عمرٰن:134.

جائے اور بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ چوتھا یہ کہ فوراً کسی دوسری مصروفیت میں لگ جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ الٹی گنتی گننا شروع کردے۔ پانچواں یہ کہ خود کو کہنا شروع کردے کہ غصے سے مغلوب ہونے والا کمزور جبکہ غصے پر غالب آنے والا بہادر ہوتا ہے۔ چھٹا طریقہ یہ ہے کہ خود سے کہے کہ جتنی بات پر تم دوسروں پر غصہ کر رہے ہو، اگر اتنی سی بات پر خدا تم پر غضب فرمائے تو تمہارا کیا بنے گا؟ لہٰذا اپنا غصہ ٹھنڈا کر، تاکہ خدا اپنا غضب تجھ سے پھیر لے۔

دل میں شیطان کے داخلے کا ایک اور دروازہ "انسانی خیالات کا پاکیزہ نہ ہونا" ہے سوچ کی پاکیزگی بہت ضروری ہے کیونکہ جب خیالات میں گندگی ہو تو یہ دل میں جڑ پکڑ لیتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر عمل کرنا شروع کردیتا ہے۔ اس لئے حدیثِ پاک میں ہماری تعلیم کے لئے یہ دعا مروی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اَنْ تُطَھِّرَ قَلْبِی ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرا دل پاک کردے۔ (1)

جو بھی خیال آئے اسے شریعت پر پیش کیا جائے اگر شریعت کے مطابق ہو تو اچھا ہے اور اگر خلاف ہو تو برا ہے۔ خیالات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ خیالات جو انسان خود اپنے ذہن میں لاتا ہے خواہ وہ تصور مکے مدینے جانے کا ہو یا مَعَاذَ اللہ کسی گناہ کی جگہ جانے یا گناہ کرنے کا اور دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جو خود بخود آتے ہیں خواہ اچھے ہوں یا برے۔ پہلی قسم کے خیالات تو انسان کی قدرت میں ہیں اس میں آسان طریقہ یہ ہے کہ اچھا ہی سوچے اور دوسری قسم کے خیالات جو خود ہی آجائیں ان کا حل یہ ہے کہ اپنے

1... معجم اوسط، 4/354، حدیث: 6218.

اختیار سے اچھی چیزیں سوچنا شروع کردے یا خدا کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس سے برے خیالات خود ہی چلے جاتے ہیں کیونکہ دماغ ایک وقت میں ایک ہی چیز سوچتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی میں لگ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ [1]

ترجمہ: بیشک پرہیزگاروں کو جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ (حکم خدا) یاد کرتے ہیں پھر اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

خیالات کی پاکیزگی میں نظر کی حفاظت بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ نظر گندی ہو تو خیالات پاکیزہ نہیں ہوسکتے۔ مذکورہ بالا تمام امور کا خیال کیا جائے تو اِنْ شَآءَ اللہ دلوں کی پاکیزگی نصیب ہوگی اور قلبِ سلیم اور نفسِ مطمئنہ کی دولت ہاتھ آئے گی۔

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ ترجمہ: اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔[2] اَللّٰهُمَّ يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ ترجمہ: اے اللہ! اے دلوں کو پلٹنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پلٹ دے۔[3]

درس نمبر: 38

شانِ ولی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ

1... پ9، الاعراف: 201. 2... مسند احمد، 6/198، حدیث: 17647.
1... الاسماء والصفات للبیہقی، 1/371، حدیث: 298.

طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ (1)

ترجمہ: اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ) پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔

ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ ہُدہُد پرندہ ایک موقع پر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے دربار سے غائب تھا۔ جب واپس آیا تو اُس نے اپنی عدمِ موجودگی کا سبب بیان کیا کہ وہ ملکِ سبا گیا ہوا تھا اور پھر اُس نے وہاں کے لوگوں کے حالات بیان کئے کہ وہ سورج کے پجاری ہیں اور اُن کی ملکہ بلقیس کے پاس ایک عظیم الشّان تخت ہے۔ اس پر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے ہدہد کی سچائی جانچنے کے لئے اور ملکہ بلقیس کو اپنی اطاعت قبول کرنے کے متعلّق ایک خط لکھا۔ ملکہ نے وزیروں سے مشاورت کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بہت سے تحائف بھیجے تاکہ معلوم ہو کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بادشاہ ہیں یا اللہ کے نبی۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی نبوت کی صداقت پر دلیل دکھانے کے لئے ملکہ

1...پ19، النمل:40.

کا تخت اس کی آمد سے پہلے منگوانے کا ارادہ کیا اور خود ملکہ کی اپنی ذہانت کا امتحان بھی مقصود تھا کہ اپنے تخت کو کچھ تبدیلی کے بعد بھی وہ پہچانتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے تخت منگوا کر اس میں کچھ تبدیلیاں بھی کروا دی تھیں۔ بہر حال تخت منگوانے کے لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ یہ سُن کر ایک بڑا طاقتور جن بولا کہ میں وہ تخت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں آپ کے اِس مقام سے کھڑا ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بڑی قوت والا ہوں اور دیانتدار بھی ہوں۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ایک وزیر آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ عَنْہ نے عرض کی (جو کتاب کا علم جانتے تھے) کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا اور پھر یوں ہی ہوا کہ انہوں نے اسمِ اعظم کی برکت سے اُس تخت کو چند لمحوں میں دربار میں پیش کر دیا۔ اس پر حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کلماتِ شکر ادا کئے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے جو اُس نے اِس لئے کیا ہے کہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

اس واقعے میں علم کے بہت سے قیمتی موتی ہیں:

(1) جنّات کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور یہ انسانوں سے ہٹ کر اللہ کی ایک جداگانہ مخلوق ہے۔ یادرکھیں کہ جنّات کے وجود کا اِنکار کفر ہے۔

(2)حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی بادشاہت جنّات پر بھی جاری تھی۔

(3)جنّات کو عام انسانوں سے بڑھ کر تصرّفات کی طاقت حاصل ہے۔

(4)علم وفضل والے مسلمان عطائے خداوندی سے جنّات سے بڑھ کر طاقت و قوت واختیار و تصرّف وعلم رکھتے ہیں۔

(5)کتاب کا علم رکھنے والے سے یہاں مراد حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ عَنْہ تھے، یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔[1]

(6)کتاب کے علم سے مراد لوحِ محفوظ اور اسمِ اعظم کا علم ہے۔

(7) صحیح مقصد کے لئے اپنے علم و فضل کے اظہار و بیان میں حرج نہیں، جیسے حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ عَنْہ نے اپنی طاقت و قوت و علم کا بیان کیا اور عملی طور پر دکھایا بھی۔

(8)اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِم کی کرامات حق ہیں۔ اولیاءِ کرام کی کرامات عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہیں۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی کی کرامت دَر حقیقت اللہ کی قدرت سے ہوتی ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم کرامات سے متعلق قوانینِ قدرت کی تفصیل سے واقف نہیں لیکن ہماری عدمِ واقفیت کسی ممکن و موجود شے کو ناممکن و غیر موجود نہیں کر سکتی، جیسے آج سے ہزار سال پہلے پیدا ہونے والا شخص ہوائی جہاز کے اُڑنے کو نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ آج ہی کے زمانے میں اگر کوئی شخص غاروں میں پیدا ہوا ہو اور اس نے کبھی جہاز اُڑتے نہ دیکھا ہو تو

[1]... مدارک، ص847.

وہ اِس بات کا انکار کر دے گا کہ لاکھوں ٹَن وزنی لوہے کی شے ہوا میں اُڑ سکتی ہے، لیکن لازمی بات ہے کہ کسی کی لاعلمی سے جہاز کا اُڑنا تو ناممکن نہیں ہو جائے گا۔ کراماتِ اولیاء کی حقانیت تمام اولیاءِ کرام، اکابر علماء، فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے، نیز اہلسنّت کے جمہور محقق آئمہ کے نزدیک صحیح وراجح قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا معجزہ ہو سکتی ہے، وہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِم سے کرامت کے طور پر ممکن ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے نبوت والا چیلنج کرنا مقصود نہ ہو۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے۔ معجزے کے ذریعے کفّار کو چیلنج کیا جاتا ہے جبکہ کرامت میں یہ مقصد نہیں ہوتا۔ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِم سے کرامات ثابت ہونے پر قرآن پاک اور بکثرت احادیث مبارکہ میں دلائل موجود ہیں۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہ عَنْہا کے پاس بے موسمی پھل آنا، کھجور کا سوکھا تنا ہلانے سے اُن پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنا، اصحابِ کہف رَضِیَ اللہ عَنْہم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنا اور آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ عَنْہ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانا یہ سب واقعات قرآن پاک میں موجود ہیں اور کراماتِ اولیاء کی روشن دلیل ہیں۔ یونہی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ عَنْہم سے بے شمار کرامتوں کا ظہور احادیث میں موجود ہے جو کرامات کے ثبوت کی واضح دلیل ہے۔ (1)

ایک اہم بات:

حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے عظیم الشّان تخت کے دور دراز کے علاقے سے چند لمحوں میں پہنچنے کے عظیم واقعے پر فوراً اِس کمال کو اللہ کی رحمت کی طرف منسوب کیا کہ یہ

1... روض الریاحین، ص38 مع تلخیص وزیادتِ کثیر.

میرے رب کا فضل ہے۔ یہی انبیاء و صالحین کی سنّت و عادت ہے اور یہی حکمِ خداوندی ہے کیونکہ بندے کو اپنی کسی خوبی و کمال پر خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، یہ خود ایک مذموم صفت ہونے کے ساتھ دیگر کئی خرابیوں کی بنیاد ہے: اِس سے تکبر پیدا ہوتا ہے، آدمی اپنے گناہوں کو بھولنے اور خامیوں کو نظر انداز کرنے لگتا ہے جس سے اِصلاح کی امید کم ہو جاتی ہے، یونہی خود پسند آدمی اپنی عبادات اور نیک اعمال کو یاد رکھتا اور اُن پر اِتراتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے اور اُس کی خفیہ تدبیر سے بے خوف، اِخلاص سے دور، دوسروں سے تعریف کا طالب ہو کر ریاکاری کی تباہ کاری میں جا پڑتا ہے۔ الامان والحفیظ۔ قرآن، حدیث اور تاریخ میں انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور سلف صالحین کے حالات و واقعات پڑھیں تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کمالات و فضائل کو عطائے خداوندی قرار دیتے تھے اور بزرگانِ دین کا معمول تھا کہ کتاب تصنیف فرماتے تو اس میں ہونے والی خطاؤں کو اپنی طرف منسوب کرتے جبکہ غلطی اور خطا سے محفوظ رہنے کو اللہ کے فضل کی طرف منسوب کرتے۔ اللہ ہمیں قرآن کے علوم و انوار سے مالا مال فرمائے، آمین۔

درس نمبر: 39

اطاعت رسول امن کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا:

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَاۚ-فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًاؕ-وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ [1]

1 ... پ20، القصص: 58.

ترجمہ: اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنے عیش پر اِترانے لگے تھے تو یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی اور ہم ہی وارث ہیں۔

یہاں کفارِ مکہ کو ایسی قوموں کے خراب انجام سے خوف دلایا جارہا ہے جن کا حال اِن کی طرح تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پاتے اور شکر کرنے کی بجائے ان نعمتوں پر اِتراتے تو وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اور یہ ان کے مکان ہیں جن کے آثار اب بھی باقی ہیں اور عرب کے لوگ اپنے سفروں میں انہیں دیکھتے ہیں کہ ان مکانات میں ہلاک ہونے والوں کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی کہ کوئی مسافر یا راہ گزر ان میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے، پھر یہ اسی طرح خالی پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والے ایسے ہلاک ہوئے کہ ان کے بعد ان کا کوئی جانشین باقی نہ رہا اور اب اللہ تعالیٰ کے سوا ان مکانوں کا کوئی وارث نہیں کیونکہ مخلوق کی فنا کے بعد وہی سب کا وارث ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے امن نصیب ہوتا اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے، جبکہ کفارِ مکہ نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت سے بد امنی ہو گی اور مخالفت سے امن ملے گا حالانکہ تاریخ اس کے برعکس ہے اور تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی انہوں نے دنیا میں امن پایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور جو لوگ اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت سے رُوگردانی کرتے رہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ رہے وہ انتہائی خوفناک عذابوں کے ذریعے

1... مدارک، ص875، خازن، 3 / 437، ملتقطاً۔

ہلاک کر دیئے گئے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے معاشرے میں پائی جانے والی بد امنی کی وجوہات اور اسباب پر بھی دل سے غور کرنا چاہیے اور بطورِ خاص اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ کہیں یہ ہمارا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات اور احکامات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ تو نہیں، اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی اطاعت نہ کرنے کی رَوِش کو ترک کر دیں اور سیّد المرسلین صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کامل اطاعت و فرمانبرداری شروع کر دیں، اِنْ شَآءَ الله برسوں نہیں، مہینوں میں بلکہ دنوں میں ہمارا معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا۔ الله تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ الله تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں لوگوں کی پکڑ اور ان کی سزا سے خوف کھانا جبکہ الله تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بے خوف ہونا کفار کا طریقہ ہے، لٰہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ الله تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں لوگوں کی بجائے الله تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اس سے کسی بھی حال میں بے پرواہ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ
وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے

ارے او مجرم بے پَروا دیکھ
سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے

درس نمبر:40

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والا نادان ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَاۚ-وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰىؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ترجمہ: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

یہاں بطورِ خاص کفارِ مکہ سے اور عمومی طور پر تمام لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دُنیَوی زندگی کا سازوسامان اور اس کی زینت ہے جس کی بقا بہت تھوڑی اور جس نے آخر کار فنا ہونا ہے اور جو ثواب اور آخرت کے مَنافع اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں کیونکہ یہ تمام پریشانیوں سے خالی اور کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں، تو کیا تم میں عقل نہیں کہ اتنی بات سمجھ سکو کہ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فنا ہو جانے والی سے بہتر ہے اور تم بہتر چیز کو اختیار کر سکو اور اسے ترجیح دو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور اس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دُنیَوی سازوسامان، عیش و عشرت اور زیب وزینت کو اُخروی نعمتوں اور آسائشوں پر ترجیح دے وہ بے عقل اور نادان ہے کیونکہ وہ عارضی اور ختم ہو جانے والی چیز کو اس پر ترجیح دے رہا ہے جو ہمیشہ رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ ایسے شخص کے لئے درج ذیل آیات میں بڑی عبرت ہے جو اصل کے اعتبار سے تو کفار کیلئے ہیں لیکن اپنے کئی پہلوؤں کے اعتبار سے مسلمانوں کیلئے بھی درسِ نصیحت و عبرت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1... پ20، القصص:60.

2... قرطبی، 7/227، مدارک، ص872، خازن 3/437-438، تفسیر طبری، 10/91، ملتقطاً.

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (1)

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (2)

ترجمہ: جو جلدی والی (دنیا) چاہتا ہے تو ہم جسے چاہتے ہیں اس کیلئے دنیا میں جو چاہتے ہیں جلد دیدیتے ہیں پھر ہم نے اس کیلئے جہنم بنا رکھی ہے جس میں وہ مذموم، مردود ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کیلئے ایسی کوشش کرتا ہے جیسی کرنی چاہیے اور وہ ایمان والا بھی ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى۝يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى۝وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى۝فَاَمَّا مَنْ طَغٰى۝وَ

ترجمہ: پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ اس دن آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے

1...پ11، ہود:15، 16. 2...پ15، بنی اسرائیل:18، 19.

اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ o فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ o وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ (1)

کیلئے ظاہر کر دی جائے گی۔ تو بہر حال وہ جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ اور رہا وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے۔

لٰہذا اے انسان!

وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (2)

ترجمہ: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت بھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی بے عقلی اور نادانی کا شکار ہے اور ان میں سے بعض کا حال یہ ہو چکا ہے کہ دنیا کا مال حاصل کرنے کیلئے لوگوں کو دھمکیاں دینے، انہیں اغوا کر کے تاوانوں کا مطالبہ کرنے، اسلحے کے زور پر مال چھیننے حتّٰی کے مال حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کو جان تک سے مار دینے میں لگے ہوئے ہیں، الغرض دنیا کا مال اور اس کا عیش و عشرت حاصل کرنا ان کی اَوّلین ترجیح بنا ہوا ہے اور اس کے لئے وہ ہر سطح پر جانے کو تیار ہیں اور اپنی آخرت سے متعلق انہیں ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، آمین۔

---

❶...پ30، نازعات:34-41 ❷...پ20، قصص 77.

درس نمبر:41

اطاعتِ رسول میں رزق کی فکر نہ کی جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَ اِیَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ [1]

ترجمہ: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ (ہی) انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایمان والوں کو مشرکین دن رات طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو اُن میں سے بعض نے عرض کی: ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں، نہ وہاں ہمارا گھر ہے نہ مال، وہاں ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اگلے دن کے لئے کوئی ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسا کہ چوپائے اور پرندے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے لہٰذا تم جہاں بھی ہوگے وہی تمہیں روزی دے گا تو پھر یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ ساری مخلوق کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، کمزور اور طاقتور، مقیم اور مسافر سب کو وہی روزی دیتا ہے اور وہی تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ [2]

1... پ21، عنکبوت:60. 2... خازن، 3/455، مدارک، ص897 ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کے معاملے میں خاص طور پر اپنے رزق کی فکر نہیں کرنی چاہئے بلکہ ساری مخلوق کو رزق سے نوازنے والے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، وہی حقیقی طور پر رزق دینے والا ہے اور وہ ہر جگہ اپنی مخلوق کو رزق دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا ہونا چاہیے تو وہ تمہیں ایسے روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے خالی پیٹ اُٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔[1]

ہمارے معاشرے میں یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کرتے ہوئے دین کے احکام پر عمل کرنا شروع کرتے ہیں تو کچھ لوگ اپنی شفقت و نصیحت کے دریا بہاتے ہوئے انہیں سمجھانا شروع کر دیتے ہیں کہ بیٹا اگر تم نمازی اور پرہیز گار بن گئے اور داڑھی رکھ لی تو کمائی کس طرح کرو گے اور کماؤ گے نہیں تو اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ کس طرح پالو گے، اسی طرح اگر تم دُنیَوی علوم چھوڑ کر دین کا علم سیکھنے لگ جاؤ گے تو بھوکے مرو گے اور تمہیں لوگوں کے دیئے ہوئے صدقات و خیرات پر گزارا کرنا پڑے گا۔ اے کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھ سکتے کہ حقیقی طور پر رزق دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مخلوق پر اتنا مہربان ہے کہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا بلکہ انہیں بھی کثیر رزق عطا فرماتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے

1... ترمذی، 4/154، حدیث: 2351.

رزق کے دروازے کیسے بند کر دے گا، ہاں اگر رزق میں تنگی کر کے اس کی آزمائش کرنا مقصود ہو تو یہ دوسری بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت رزق کی بندش کا سبب ہرگز نہیں بلکہ رزق ملنے کا عظیم ذریعہ ہے۔

درس نمبر:42

کائنات میں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (1)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں میں سے ہے، بیشک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خارجی کائنات کی تخلیق اور انسان کی لازمی صفات سے اپنی وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل و عریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُر ہَیبت پہاڑ نَصب ہیں، اس میں وسیع و عریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے

(1)... پ21، روم:22.

ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں، نباتات کا ایک سلسلہ قائم ہے، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو کہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب کی اصل ایک ہے اور تم سب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پر غور کرو کہ ہر انسان کی دو آنکھیں، دو اَبرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ اور دو گالیں ہیں اور انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اور اگر ہر ایک کی شکل اور آواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہو جاتی اور بے شمار مصلحتیں ختم ہو کر رہ جاتیں، اچھے اَخلاق والے اور برے اخلاق والے میں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں اِمتیاز نہ ہو پاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود ہی وجود میں آ گئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے، یا یہ چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آسمان و زمین میں ہزاروں سال سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اور اس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگر تم علم اور انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو جان لو گے کہ یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہیں۔[1]

یاد رہے کہ یہ کائنات نہ تو کسی سبب اور علت کے بغیر اپنے طبعی تقاضوں سے وجود

1... تفسیر کبیر 9/92، ابن کثیر، 6/279، خازن، 3/461-462، مدارک، ص 905، ملتقطاً۔

میں آئی ہے اور نہ ہی اس کا انتہائی مَربوط اور مُتناسِب نظام کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے اس کائنات اور اس میں موجود طرح طرح کے عجائبات کو پیدا فرمایا اور وہی ذات انتہائی عالیشان طریقے سے اس کے نظام کو چلا رہی ہے، جیسے ہم ایک دانے یا گٹھلی کو تر زمین میں دباتے ہیں تو ایک مخصوص مدت کے بعد اس سے کچھ شاخیں نکلتی ہیں، اوپر والی شاخ زمین سے باہر نکل کر ایک تَناوَر درخت بن جاتی ہے اور نیچے والی شاخ اس درخت کی جڑیں بن جاتی ہیں، اس درخت کی طرف دیکھیں تو اس کا تنا بھی لکڑی کا ہے اور جڑیں بھی لکڑی کی ہیں، تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جڑیں نیچے کی طرف جا رہی ہیں، اب اگر لکڑی کا طبعی تقاضا اوپر کی طرف جانا ہے تو جڑیں نیچے کیوں جاتی ہیں اور اگر اس کا تقاضا نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں جاتا ہے ؟ ایک ہی لکڑی ہونے کے باوجود تنے کے اوپر جانے اور جڑوں کے نیچے جانے سے معلوم ہوا کہ لکڑی کا اپنا طبعی تقاضا کچھ نہیں ہے بلکہ درخت کی لکڑی پر کسی اور ذات کا تَصَرُّف ہے جس کی قدرت کامل ہے، اسی نے لکڑی کے جس حصے کو چاہا اوپر اٹھا دیا اور جس حصے کو چاہا نیچے جھکا دیا۔(1)

یونہی اس کائنات کے نظام کو دیکھیں تو نظر آئے گا کہ روزانہ سورج ایک مقررہ جِہَت سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مقررہ جِہَت میں غروب ہو جاتا ہے، دن کے بعد رات آتی اور رات کے بعد دن نکل آتا ہے، ہر سال اپنے اپنے موسموں میں کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں، پھل اپنی مدت پر نکلتے ہیں، پوری دنیا میں ایک خاص

1... تفسیر کبیر، 5 / 71 - 72، ملخصاً.

طریقے سے ہی انسان پیدا ہو رہے ہیں اور مخصوص مدت کے بعد مر رہے ہیں، حشرات الارض سے لے کر درندوں تک، چرندوں سے لے کر پرندوں تک ہر ایک کی ساخت اور تخلیق اس کے حال کے مطابق ہے اور ان کی ضرورت کے تمام اَعضاء ان میں موجود ہیں، ہر ایک کی غذا اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ مختلف ہے اور ہر علاقے میں رہنے والے کا مزاج اسی علاقے کے ماحول کے مطابق ہے، تو کائنات کا یہ مَربوط اور حَسین نظام، حکیمانہ تدبیر اور ہر مخلوق کے حال کی رعایت دیکھ کر کوئی عقلمند ہر گز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی خالق اور انتظام فرمانے والے کے بغیر خود بخود عدم سے وجود میں آگیا اور علم و حکمت کا یہ عجیب و غریب کارخانہ کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ اسے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی ایک خالق موجود ہے اور وہ کامل قدرت، علم اور حکمت والا ہے اور اس عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ سرِ دست یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے موجود ہونے پر دلالت کرنے والی دو چیزیں ذکر کی ہیں ورنہ کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر دلالت کرنے والی علامات اور نشانیاں موجود ہیں۔

درس نمبر:43

عمارت نبوت کی آخری اینٹ

ارشادباری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا[1]

❶... پ22، احزاب:40.

ترجمہ: محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔

یہ آیتِ مبارکہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آخری نبی (Last prophet) ہونے پر نَصِّ قطعی ہے اور اس کا معنیٰ پوری طرح واضح ہے جس میں کسی تاویل اور تخصیص کی ذرّہ بھر بھی گُنجائش نہیں۔ ختمِ نبوت سے متعلِّق تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انبیاء و مرسلین علیھِمُ السَّلام کے آخر میں مَبْعوث فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نبوت ورِسالت کا سلسلہ ختم فرمادیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ یا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد قیامت قائم ہونے تک کسی کو نبُوَّت ملنا مُحال ہے۔ یہ عقیدہ ضروریاتِ دین سے ہے، اس کا منکر اور اس میں ادنیٰ سا بھی شک و شبہ کرنے والا کافر، مرتد اور ملعون ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے علاوہ بیسیوں آیات ایسی ہیں جو مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آخری نبی ہونے کی تائید و تَثْوِیب کرتی ہیں جیسے **آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِسالت کے پہلو سے دیکھا جائے تو:**

(1) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔[1]

(2) تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنایا گیا۔[2]

(3) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سارے جہانوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے۔[3]

(4) تمام لوگوں کو کفر کی ظلمت سے ایمان کے نور کی طرف نکالنے والے۔[4]

---

❶... پ9، الاعراف:158 . ❷... پ22، سبا:28 . ❸... پ18، الفرقان:01 ❹... پ13، ابراہیم:01..

(5)اور ہر جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔[1]

(6)اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءعلیہِم السَّلام سے یہ عہد لیا کہ جب حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری ہو تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔[2] ان کے بعد کسی نبی پر ایمان و مدد کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔

(7)آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے رسولوں کی تشریف آوری کے بارے میں بتایا گیا۔[3] لیکن آپ کے بعد کسی بھی رسول کے آنے کی خبر نہیں دی گئی۔

(8)حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام نے تورات کی تصدیق کی اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آمد کی بِشارت دی۔[4] جبکہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے بعد کسی نبی کے آنے کی بشارت نہیں دی۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لائے ہوئے دین کے پہلو سے دیکھا جائے تو

(1)اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دین کامل کر دیا۔[5] کہ یہ پچھلے دینوں کی طرح مَنْسُوخ نہ ہو گا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔

(2)آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔[6]

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہونے والی کتاب قراٰنِ مجید کے پہلو سے دیکھا جائے تو

(1)اللہ تعالیٰ نے کُتُبِ اِلٰھیّہ پر ایمان سے متعلق قرآن اور سابقہ کتابوں کا ذکر

---

❶... پ17، الانبیاء:107. ⓿... پ3، اٰل عمرٰن:81. ❶... پ4، اٰل عمرٰن:144، پ17، الانبیاء:41، پ7، الانعام:34 . ❷... پ28، الصف:06. ❸... پ6، المآئدہ:03. ❹... پ28، الصف:09.

فرمایا۔[1]لیکن قرآن کے بعد کسی اور آسمانی کتاب کا ذِکر نہیں کیا۔

(2) قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔[2]لیکن اس نے اپنے بعد کسی کتاب کی تصدیق نہیں کی۔

(3) قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔[3]

(4) قرآن پوری انسانیت کے لئے ذریعۂ ہدایت ہے۔[4]

آخر میں ایک حدیثِ پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری اور تمام انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک عمدہ اور خوبصورت عمارت بنائی اور لوگ اس کے آس پاس چکّر لگا کر کہنے لگے: ہم نے اس سے بہترین عمارت نہیں دیکھی مگر یہ ایک اینٹ (کی جگہ خالی ہے جو کھٹک رہی ہے) تو میں (اس عمارت کی) وہ (آخری) اینٹ ہوں۔[5]

درس نمبر:44

تکلیف نہ دیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا[6]

ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھالیا ہے۔

★... پ 1، البقرۃ:04، پ 5، النسآء:136، 162. ⓪... پ 26، الاحقاف:29. ❶... پ 30، التکویر:26.
❷... پ 30، التکویر:26. ❸... مسلم، ص 965، حدیث:5959.. ❻... پ 22، الاحزاب:58.

یہ آیت اُن منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وجھَہُ الکریم کو ایذا دیتے اور اُن کی بے ادبی کرتے تھے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے تُہمت لگا کر حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا کو تکلیف پہنچائی۔ لیکن یہاں تفسیر کا ایک اصول یاد رکھیں کہ آیات کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہو لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے۔ اس اصول سے آیت کا عام معنیٰ یہ ہوا کہ جو لوگ کسی مسلمان کو بلاوجہِ شرعی تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھاتے اور اس کی سزا کے حق دار بنتے ہیں۔

حقیقی اسلامی معاشرہ وہی ہے، جس میں لوگ ایک دوسرے کی راحت و آرام کا خیال رکھیں، مشکل وقت میں دوسروں کے کام آئیں، کسی کو تکلیف نہ دیں اور اپنے باہمی تعلّقات ملنساری، حُسنِ اَخلاق اور خیر خواہی پر اُستُوار کریں۔ اسلام اِنہی چیزوں کا درس دیتا ہے اور مُعاشَرے میں نرمی، مَحبّت، شفقت اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھاتا اور معاشرے کو نقصان پہنچانے والے اُمور مثلًا بے جاشدّت اور اَیذارسانی سے منع کرتا ہے۔ آپس میں اچّھے تعلّقات اور صُلح صفائی سے زندگی گزارنا اِسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ لوگوں کے حُقوق ضائع کرکے اور انہیں تکلیف پہنچا کر کبھی اچھے تعلقات قائم نہیں کئے جاسکتے۔ آیت میں اِسی حوالے سے ایک اَہم اُصول دیا گیا ہے اور یہی اِسلامی تعلیمات کا لُبِّ لُباب ہے کہ دوسروں کو بلاوجہ تکلیف نہ دو۔

حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو (اپنے) شر سے محفوظ رکھو، یہ ایک

صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کرو گے۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم سے سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔ ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو کہ مومن کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: مومن وہ ہے جس سے ایمان والے اپنی جانیں اور اموال محفوظ سمجھیں۔[2]

اوپر بیان کردہ احادیث کی مزید تفصیل نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک اور فرمان میں موجود ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، گاہک کو دھوکا دینے اور قیمت بڑھانے کیلئے دکان دار کے ساتھ مل کر جھوٹی بولی نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، کسی کے سودے پر سودا نہ کرو، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرے، نہ اُسے ذلیل ورُسوا کرے اور نہ ہی حقیر جانے۔ (پھر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، اور (مزید یہ کہ) کسی شخص کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو بُرا جانے۔ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان پر پورا پورا احرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔[3]

1... بخاری، 2/150، حدیث: 2518 2... مسند احمد، 2/654، حدیث: 6942.

1... مسلم، ص1064، حدیث: 6541

دوسروں کو تکلیف دینا، ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ مشہور تابِعی مُفَسِّر حضرت مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جہنّمیوں پر خارش مُسلّط کر دی جائے گی۔ تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے حتّٰی کہ ان میں سے ایک کی (کھال اور گوشت اُترنے سے) ہڈی ظاہر ہو جائے گی۔ اُسے پکار کر کہا جائے گا: اے فُلاں! کیا تمہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ پکارنے والا کہے گا: تُو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔[1]

ع یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آیت و احادیث کی روشنی میں یہ حکم روزِ روشن کی طرح واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف دینا، قبیح جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اِسلام کا یہ خوب صورت حکم جس طرح پسِ پُشت ڈالا گیا ہے وہ شرمناک حد تک قابلِ افسوس ہے، مثلاً: شادی بِیاہ کی تقریبات میں ساری رات شور شرابا اور غُل غپاڑا کیا جاتا ہے۔ اونچی آواز میں میوزک بجاکر اور آتش بازی کر کے اہلِ مَحَلّہ بیماروں، بوڑھوں، بچوں اور صُبح جلد کام پر جانے والوں کو رات بھر سخت تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ عید، یومِ آزادی اور سال کی پہلی رات سائلنسر نکال کر موٹر سائیکلوں کے شور سے لوگوں کو پریشان کیا جاتا ہے۔ گلی محلوں میں اور سڑکوں پر کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کھیلنا اور خاص طور پر رمَضان کی راتوں میں شب بھر ایسا کرنا اور اِس دوران شور مچا کر تکلیف میں ڈالنا عام ہے۔ روزہ مرہ کی زندگی میں غلط جگہ پارکنگ، گلیوں میں ملبا، کچرا اور غِلاظت ڈال کر دوسروں کو اذیت دینا معمول ہے۔ مختلف مذہبی و غیر مذہبی تقریبات کیلئے نہایت مصروف گلیاں بند کر کے گزر

1... احیاء العلوم، 2/242.

نے والوں کو پریشان کرنا بھی زندگی کا ایک لازِمی حصہ ہے۔

خصوصاً پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانا تو شاید برائی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ بعض پڑوسی تو اِس بات پر ناراض ہوتے ہیں کہ آپ نے ہمیں کیوں کہا کہ ہم آپ کو تکلیف نہ دیں، اللہ اکبر! اچھے خاصے دین دار لوگ، پڑوسیوں کے حقوق کے حوالے سے بے پرواہ ہیں، اور دین سے دُور لوگوں کا تو پوچھنا ہی کیا! گھروں میں اونچی آواز سے بولنا، بلند آواز سے ٹی وی چلانا، آدھی رات کو کسی کے گھر کے سامنے جمع ہو کر شور کرنا، رات گئے گھر کا سامان گھسیٹنا، شور پیدا کرنے والے آلات مثلاً ڈرِل مشین وغیرہ استعمال کرنا، آدھی رات کو مسالا پیسنے کے شور سے دوسروں کی نیند خراب کرنا، عام سی باتیں ہیں۔ یونہی رات کو پڑوسی صاحب اپنے گھر آئیں تو شور مچاتے، پاؤں گھسیٹتے یا زور زور سے زمین پر مارتے، بلند آواز سے فون پر باتیں کرتے ہوئے آئیں گے، اور گھر کا دروازہ زور زور سے بجائیں گے۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے کی کوئی حد نہیں۔ حالانکہ پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی اِس قدر اہم ہے کہ ایک مرتبہ نبیِّ کریم صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، خدا کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، خدا کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔ صحابۂ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! کون؟ فرمایا: جس کی آفتوں سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (یعنی جو شخص اپنے پڑوسیوں کو تکلیفیں دیتا ہو)[1]

کیا ہم (کامل) مومن ہیں؟ غور کرلیں۔ اے اللہ! ہمارے دلوں میں رحم ڈال کہ ہم دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائیں، آمین۔

1... بخاری، 4/104، حدیث: 6016.

درس نمبر:45

دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ [1]

ترجمہ: (اس سے) فرمایا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: اے کاش کہ میری قوم جان لیتی۔ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا۔

ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے (رسولوں کی پیروی کرنے کی دعوت دینے والے) مخلص مبلغ (حبیب نجار) کو شہید کر دیا تو عزت و اِکرام کے طور پر اِن سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ اُن کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔

معلوم ہوا کہ مخلص مومن اور خیر خواہ مبلغ (حبیب نجار) نے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اپنی قوم کا بھلا چاہا اور ان کے ایمان لانے کی تمنا کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر بھی رحم فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن اور خصوصاً مبلغ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دشمنی اور مخالفت کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں ان کا خیر خواہ رہے اور

1... پ21، عنکبوت:60.

ان کی اصلاح کی دعا کرتا رہے۔ اسی مناسبت سے یہاں دشمنوں پر رحم اور ان کی خیر خواہی کرنے سے متعلق تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت سے 3 واقعات اور خود کو تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے سے متعلق دیگر بزرگانِ دین کے دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1) ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، کیا جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ ارشاد فرمایا ”ہاں، اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ عَنْہا، وہ دن میرے لئے جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار ”ابنِ عبد یالیل بن عبد کلال“ کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوتِ اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا (اور اہلِ طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا) میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام ”قَرنُ الثّعالب“ میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے، اس بادل میں سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے آواز دی اور کہا: اللہ تعالٰی نے آپ کی قوم کا قول اور ان کا جواب سن لیا اور اب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ تاکہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کرکے عرض کرنے لگا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اللہ تعالٰی نے آپ کی قوم کا قول اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں

آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ”اَخْشَبَیْن“ (ابو قُبیس اور قُعَیْقِعان نام کے) دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضور رحمت عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب دیا: (نہیں) بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ [1]

(2) حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں: جس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُقَدّس دانت شہید ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا اس وقت میں وہاں حاضر تھا اور میں انہیں بھی جانتا ہوں جنہوں نے آپ کے چہرے سے خون دھویا اور جنہوں نے چہرے پر پانی ڈالا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے زخم پر کیا چیز ڈالی گئی جس سے خون رک گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے پاس اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے، جب حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا نے اپنے والد گرامی کے چہرے سے خون دھو لیا تو کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی یہاں تک کہ خون بہنا رک گیا، پھر اس وقت سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید ہوا جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرے کو زخمی کیا، پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری قوم کو بخش دے

1... بخاری، 2/386، حدیث: 3231 .

کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔[1]

(3)... حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: (غزوہِ طائف کے دوران کچھ) لوگوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا ڈالا ہے، آپ ان کے خلاف دعا فرما دیں تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (ان کے خلاف دعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں یہ) دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ثقیف کو ہدایت دیدے۔[2]

(4)... حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ایک دن کسی صحرا کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو ایک سپاہی ملا، اس نے کہا: تم غلام ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: بستی کدھر ہے؟ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ سپاہی نے کہا میں آبادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ تو قبرستان ہے، یہ سن کر اسے غصہ آیا اور اس نے ایک ڈنڈا آپ کے سر میں دے مارا اور آپ کو زخمی کر کے شہر کی طرف لے آیا، آپ کے ساتھی راستے میں ملے تو پوچھا: یہ کیا ہوا؟ سپاہی نے سب کچھ بیان کر دیا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ لوگوں نے کہا: یہ تو حضرت ابراہیم بن ادھم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ ہیں۔ یہ سن کر سپاہی فوراً گھوڑے سے اترا اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگا، پھر آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں غلام ہوں؟ فرمایا: اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو کس کا بندہ ہے بلکہ صرف یہ کہا کہ تو بندہ ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور جب اس نے میرے سر میں مارا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے جنت کا سوال کیا۔ عرض کی گئی: جب اس نے آپ پر ظلم کیا تو آپ نے اس کے لئے دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: مجھے معلوم تھا

1... معجم الکبیر، 6/162، حدیث:5862. 2... ترمذی، 5/492، حدیث:3968.

کہ اس مصیبت پر مجھے (صبر کرنے کا) ثواب ملے گا تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مجھے تو اچھا اجر ملے اور اُسے عذاب ہو (جو میرے لئے ثواب پانے کا ذریعہ بنا ہے)۔[1]

(5)... ایک شخص نے حضرت احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو گالی دی تو آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، وہ گالیاں دیتے ہوئے آپ کے پیچھے چلتا رہا، جب آپ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو رک گئے اور فرمایا: اگر تمہارے دل میں کوئی اور بات ہے تو وہ بھی یہیں کہہ دو تاکہ محلے کے ناسمجھ لوگ تمہاری بات سن کر تمہیں اَذِیَّت نہ پہنچائیں۔[2]

اللہ تعالٰی ان بزرگانِ دین کی پاکیزہ سیرت کا صدقہ ہمیں بھی اپنی مخالفت کرنے اور تکلیف پہنچانے والوں کی خیر خواہی کرنے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:46

عمل کی قبولیت کا معیار

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؕ-وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَۘ-مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۬ؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ[3]

ترجمہ: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں:) ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں

1... احیاء علوم الدین، 3/ 87. 2... احیاء علوم الدین، 3/ 88. 3... پ 23، الزمر: 3.

اللہ کے زیادہ نزدیک کر دیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات میں فیصلہ کر دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں کہ ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کر دیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اِس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اِس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اس کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہو گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہی عمل قابلِ قبول ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اسی طرح حضرت یزید رقاشی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ہم شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے اَموال دیتے ہیں، کیا ہمیں اس کا کوئی اجر ملے گا؟ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لئے کیا جائے، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ’’اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ‘‘۔ (1)

(1)... در منثور، 7/211.

یاد رہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنا شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنے کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

البتہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا ضرور شرک ہے۔ یہ فرق سامنے رکھتے ہوئے اگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْہِم کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنے سے متعلق اہلِ حق کا عقیدہ اور نظریہ دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہرگز نہیں، کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْہِم کو معبود نہیں مانتے اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ معبود صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں جبکہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ مان کر اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کی تردید دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ وہ وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جیسا کہ ان کا اپنا قول آیت میں موجود ہے کہ **ہم ان کی عبادت اِس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔** دوسرا رد اِس وجہ سے ہے کہ وسیلہ ماننا اصل میں انہیں شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ماننا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت اَنبیاء واَولیاء و صُلحاء کو ہے نہ کہ بتوں کو، تو بتوں کو شفیع ماننا خدا پر جھوٹ ہے۔

1... پ6، مائدہ: 35.

درس نمبر:47

مقامِ صدیقیت کی حقیقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ [1]

ترجمہ: اور وہ جو سچ لائے اور سچ کی تصدیق کی تو وہی متقی ہیں۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور مفسرین کی ایک جماعت سے اس آیت کی ایک تفسیر یہ مروی ہے کہ سچ لانے والے سے مراد نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے سے مراد سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ ہیں۔[2]

خصوصیت سے صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا ذکر آپ کی شان پر دلیل ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی شانِ صدیقیت کی نسبت سے اس مضمون میں صدیقیت کے معنی و مفہوم پر امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے احیاء العلوم میں بیان کردہ کلام کی روشنی میں کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

"صِدق" (سچائی اور سچا ہونے) کی چھ اَقسام ہیں: (1) قول میں سچا ہونا۔ (2) نیت و اِرادے میں سچا ہونا۔ (3) عزم میں سچا ہونا۔ (4) عزم پورا کرنے میں سچا ہونا۔ (5) عمل میں سچا ہونا۔ (6) دین کے تمام مقامات کے اعلیٰ درجے کے حصول میں سچا ہونا۔

پس جو شخص صدق (سچائی) کے ان تمام معانی کے ساتھ مُتَّصِف ہو تو وہ صِدِّیق (بہت ہی سچا) ہے کیونکہ وہ صِدق (سچائی) میں انتہا کو پہنچا ہوتا ہے۔ پھر صادِقین کے کئی درجے ہیں تو جس شخص میں مذکورہ معانی میں سے کسی ایک معنیٰ میں صِدق پایا جائے وہ اسی کے اعتبار

1... پ24، الزمر: 33. 2... صراط الجنان، 8/466.

سے صادِق کہلائے گا۔

(1)زبان کا صدق:

پہلی قسم زبان کا صدق ہے یعنی وہی بات کہی جائے جو حقیقتِ حال کے مطابق ہے۔ حقیقت کے خلاف بات کرنے کو جھوٹ کہتے ہیں۔ صدق کی اِس قسم میں وعدے کا سچا ہونا بھی داخل ہے یعنی جو وعدہ کرے، اسے پورا کرے اور خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ قسم واجب ہے اور صدق کی اقسام میں سے سب سے زیادہ مشہور یہی قسم ہے۔ لہٰذا جھوٹ بولنے سے بچنے والا شخص صادِق ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں شریعت کی طرف سے خلافِ حقیقت بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے جیسے دو مسلمانوں میں صلح کروانے، بیوی کے ساتھ اظہارِ محبت کرنے اور جنگی ضروریات کے لئے اس معاملے میں کئی رخصتیں موجود ہیں۔

لیکن زبان کی سچائی میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بندہ خدا سے مناجات میں جو الفاظ کہتا ہے ان میں بھی سچا ہو جیسے اگر کوئی زبان سے تو یہ کہے: ''اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ'' ترجمہ: میں نے اپنا منہ اُس خدا کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے۔ لیکن اس کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بجائے دُنیاوی خواہشات میں مشغول ہو تو وہ شخص جھوٹا ہے۔ اسی طرح اگر زبان سے کہے: ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ'' یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن دل و دماغ بندگی کی حقیقی کیفیت سے خالی ہوں اور اس کا مطلوب خدا کے سوا کچھ اور ہو تو اس کا کلام سچا نہیں ہے کیونکہ وہ تو اپنے نفس کا بندہ تھا یا دنیا کا یا اپنی خواہشات کا، کیونکہ آدمی جس چیز کو مطلوب و مقصود سمجھتا ہے اور جو اس کے دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے تو وہ اسی کا بندہ کہلاتا ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے حدیث میں فرمایا گیا: ہلاک ہو گیا دینار کا بندہ، ہلاک ہو گیا درہم کا بندہ، حلے کا

بندہ اور جبے کا بندہ۔(یعنی جو اِن ہی کی طلب اور حصول میں لگا رہتا ہے۔)

خدا کا بندہ حقیقت میں وہ ہے جس کا دل غیر سے خالی ہو، محبتِ الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو، ظاہر و باطن میں خدا کا فرماں بردار ہو اور اس کا مطلوب و مقصود صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہو۔

(2)نیت واِرادے میں صِدُق:

صِدُق کی دوسری قسم کا تعلق نیت سے ہے۔نیت میں صدق یہ ہے کہ آدمی کی عبادت اور نیکی کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔اگر اس میں کوئی نفسانی غَرَض شامل ہو گئی تو نیت میں صِدُق باطل ہو جائے گا اور ایسے شخص کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ صدق کا ایک معنیٰ اخلاص ہے لہٰذا ہر صادق کے لئے مخلص ہونا ضَروری ہے۔

(3)عزم میں صدق:

صدق کی تیسری قسم مستقبل کے متعلق عزم میں سچا ہونا ہے کیونکہ انسان کبھی مستقبل کے متعلق یہ عزم کرتا ہے کہ ”اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا کرے تو میں اتنا اتنا مال غریبوں کو دے دوں گا یا مجھے کوئی عہدہ ملا تو عہدے کا صحیح استعمال کروں گا اور خیانت و ناانصافی نہیں کروں گا“ ایسا عزم کبھی تو واقعی پختہ اور سچا ہوتا ہے اور کبھی کمزور ہوتا ہے کہ کرنے کا ارادہ بھی ہوتا ہے لیکن نہ کرنے کا خیال بھی دماغ میں کہیں چھپا ہوتا ہے۔اس معنیٰ کے اعتبار سے صادق اور صِدِّیق وہ ہے جس کا نیکیوں کا عزم بہت مضبوط ہو، کمزور نہ ہو۔

(4)صدق کی چوتھی قسم عزم پورا کرنے میں سچا ہونا ہے:

نفس بعض اوقات فی الحال تو پکا ارادہ کرلیتا ہے کیونکہ ارادہ کرنے میں تو کوئی مشقت

نہیں ہوتی، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو عزم کمزور پڑ جاتا ہے اور نفس غالب آجاتا ہے اور یوں بندہ اپنا عزم پورا نہیں کرتا۔ یہ بات صِدق کے خلاف ہے اور لوگوں کی بڑی تعداد اِس خلاف ورزی میں مبتلا ہے کہ لمبے چوڑے ارادے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ اپنے عزم پر عمل کرنے والوں کی تعریف میں قرآن میں فرمایا: کچھ وہ مرد ہیں جنھوں نے سچا کر دیا وہ عہد جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔[1]

(5)صدق کی پانچویں قسم اعمال میں صدق ہے:

وہ یہ کہ نیک اعمال کے وقت بندے کا باطن بھی ویسا ہو جیسا ظاہر نظر آرہا ہے مثلاً نماز میں ظاہری آداب پورے ہوں تو باطن یعنی دل میں بھی خشوع موجود ہو۔ ظاہر میں صوفی و عاشقِ رسول نظر آتا ہے تو دل کی کیفیت بھی ویسی ہی ہو۔ الغرض ظاہر و باطن کا ایک جیسا ہونا صِدق کی ایک قسم ہے۔

(6)صِدق کی چھٹی قِسم مقاماتِ دین میں صدق:

یہ قسم سب سے اعلیٰ لیکن بہت نایاب ہے اور اس کا تعلق مقاماتِ دین سے ہے جیسے خوفِ خدا، اللہ تعالیٰ سے امید، دنیا سے بے رغبتی، رضائے الٰہی پر راضی رہنا، محبتِ الٰہی اور طریقت کے دیگر تمام بلند مقامات میں سچا ہونا، کیونکہ خوف و امید و زہد و توکل و رضا و محبت وغیرہا امور میں کچھ ابتدائی حالات ہوتے ہیں کہ جن کے ظاہر ہونے پر یہ نام لئے جاتے ہیں، لیکن پھر ان کی حقیقتیں اور انتہائی مرتبے ہوتے ہیں۔ حقیقی صادق وہی ہے جو ان کی حقیقت اور اعلیٰ ترین مرتبے تک پہنچ جائے اور ان خوبیوں سے کما حقہ متصف ہو۔ سیّدُنا

1...پ21، احزاب:23.

صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ صدق کی ان تمام اقسام سے متصف ہونے میں انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں، اسی لئے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا لقب صدیقِ اکبر (سب سے بڑا صِدّیق) ہے۔

درس نمبر:48

دعا کی عظمت و فضیلت اور حکمتیں

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [1]

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

تفسیر اس آیت میں لفظ ''اُدْعُوْنِیْۤ'' کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ''دُعا'' ہے۔ معنٰی یہ ہوا کہ اے لوگو! مجھ سے دعا کرو، میں اسے قبول کروں گا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ''عبادت'' ہے۔ معنٰی یہ ہوا کہ تم میری عبادت کرو، میں تمہیں ثواب دوں گا۔ [2]

دُعا ایک عظیم الشان عبادت ہے جس کی عظمت و فضیلت پر بکثرت آیاتِ کریمہ اور احادیثِ طیبہ وارِد ہیں۔ دعا کی نہایت عظمت میں ایک حکمت یہ ہے کہ دُعا اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت کے اِظہار، اُس کی شانِ اُلوہیت کے حضور ہماری عبدیت کی علامت، اُس کے علم و قدرت و عطا پر ہمارے توکل و اعتماد کا مظہر اور اُس کی ذاتِ پاک پر ہمارے ایمان کا اقرار و ثبوت ہے۔

1... پ24، المؤمن:60. 2... تفسیر کبیر، 13/350.

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق، مالک، رازق ہے۔ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن، اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن، اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن اور مَالِکُ الْمُلْک ہے۔ تمام عزتیں، عظمتیں، قدرتیں، خزانے، ملکیتیں، بادشاہتیں اسی کے پاس ہیں۔ سب کا داتا اور داتاؤں کا داتا وہی ہے۔ ساری مخلوق اسی کی بارگاہ کی محتاج اور اسی کے دربار میں سوالی ہے جبکہ وہ عظمتوں والا خدا بے نیاز، غنی، بے پروا اور تمام حاجتوں سے پاک ہے۔ ہاں وہ جواد و کریم ہے، بخششیں فرماتا اور جود و کرم کے دریا بہاتا ہے۔ ایک ایک فردِ مخلوق کو اربوں خزانے عطا کر دے تب بھی اس کے خزانوں میں سوئی کی نوک برابر کمی نہ ہو گی اور کسی کو کچھ عطا نہ کرے تو کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔ وہ کسی کو دینا چاہے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا ہے اور وہ کسی سے روک لے، تو کوئی اُسے دے نہیں سکتا۔

جب ہم دُعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی عقیدہ و ایمان ہمارے دل و دماغ میں شعوری یا لاشعوری طور پر موجود ہوتا ہے جو الفاظ و کیفیات کی صورت میں دُعا کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ اس حکمت کو سامنے رکھ کر غور کر لیں کہ جب دُعا اِس قدر عظیم عقیدے کا اِظہار ہے تو کیوں نہ اعلیٰ درجے کی عبادت بلکہ عبادت کا مغز قرار پائے۔ اِس تقریر کو سامنے رکھ کر دُعا کے فضائل پڑھئے اور رحمتِ خداوندی پر جھومئے چنانچہ "دُعا" کے فضائل کے متعلّق چند احادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

(1) اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دُعا سے بزرگ تر نہیں۔ (1)

(2) دُعا مصیبت و بلا کو اُترنے نہیں دیتی۔ (2)

1... ترمذی، 5/243، حدیث:3381. 2... مستدرک، 2/162، حدیث:1856.

(3)دُعا مسلمانوں کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور ہے۔[1]

(4)دعا کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔[2]

(5)دعا عبادت کا مغز ہے۔[3]

(6)اللہ تعالٰی دعا کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔[4]

(7)جو بلا اتر چکی اور جو نہیں اتری، دعا ان سے نفع دیتی ہے۔[5]

(8)دعا رحمت کی چابی ہے۔[6]

(9)دعا قضا کو ٹال دیتی ہے۔[7]

(10)دعا بلا کو ٹال دیتی ہے۔[8]

(11)جسے دعا کرنے کی توفیق دی گئی اس کے لئے رحمت کے دروزے کھول دیئے گئے۔[9]

مفسرین نے دعا قبول ہونے کی چند شرائط و آداب ذِکر فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

(1)دعا مانگنے میں اخلاص ہو۔

(2)دعا مانگتے وقت دل دعا کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو۔

(3)ناجائز و گناہ کی دعا نہ مانگی جائے۔

1... مستدرک، 2/162، حدیث:1855. 0... ترمذی، 5/318، حدیث:3551.

1... ترمذی، 5/243، حدیث:3382. 2... مسلم، ص:1442، حدیث:2675

3... ترمذی، 5/322، حدیث:3559. 4... الفردوس، 2/224، حدیث:3086.

5... مستدرک، 3/548، حدیث:6038. 6... کنزالعمال، 2/63، حدیث:3121.

7... ترمذی، 11/459، حدیث:3471.

(4) دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو۔

(5) اگر دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو وہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔

جب ان شرطوں کو پورا کرتے ہوئے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے لیکن یہ ذہن میں رکھیں کہ قبولیتِ دعا کا اصل معنیٰ ہے کہ بندے کی پکار پر اللہ تعالیٰ کا اُسے "لَبَّیْكَ عَبْدِی" فرمانا۔ یہ ضروری نہیں کہ جو مانگا وہ مل جائے بلکہ مانگنے پر کچھ ملنے کا ظہور دوسری صورتوں میں بھی ہو سکتا ہے: مثلاً اُس دعا کے مطابق گناہ معاف کر دیئے جائیں یا آخرت میں اس کے لئے ثواب ذخیرہ کر دیا جائے یا اصل مانگی ہوئی شے کی جگہ اس سے بہتر چیز عطا کر دی جائے یا اُس دعا میں مانگی ہوئی چیز بندے کی زیادہ ضرورت کے وقت تک مؤخر کر دی جائے۔

دعا مانگ کر نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر چھوڑ دینا چاہیے کہ رحمٰن و رحیم خدا ہمارے ساتھ وہی معاملہ فرمائے جو ہمارے حق میں بہتر ہے۔ قضائے الٰہی پر راضی رہنا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے اور حقیقت میں ہمارے لئے یہی مفید تر ہے کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے جبکہ خدا کا علم لامتناہی و محیط ہے۔ بارہا ہم اپنی کم علمی سے کوئی چیز مانگتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہمیں منہ مانگی چیز نہیں دیتا کیونکہ وہ چیز ہمارے حق میں نقصان دہ ہوتی ہے، مثلاً: بندہ مال و دولت کی دعا کرتا ہے لیکن وہ اس کے ایمان کیلئے خطرناک ہوتی ہے یا آدمی تندرستی و عافیت کا سوال کرتا ہے لیکن علمِ الٰہی میں دنیا کی تندرستی آخرت کے نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ تو یقیناً ایسی دعا قبول نہ کرنا بندے کیلئے زیادہ اچھا ہے۔

نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعائیں بہت جامع ہیں۔ ان میں سے کچھ اپنے لئے

منتخب کرلیں تو بہت عمدہ ہے۔ ایک جامع دعا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اے اللہ! مجھے ایمان و تقویٰ، صحت و عافیت، خوشیوں اور خوشحالیوں والی لمبی زندگی عطا فرما۔ جان، مال، عزت اور اہلِ خانہ کے حوالے سے برے وقت اور آزمائش سے محفوظ فرما۔ عافیت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ، نزع میں آسانی، قبر و جہنم کے عذاب سے حفاظت، محشر کی گھبراہٹ سے امن اور جنت الفردوس میں بے حساب داخلہ عطا فرما۔ یہ سب دعائیں میرے ماں باپ، بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کے حق میں قبول فرما، آمین۔

درس نمبر:49

راحت و مصیبت اور ہمارا کردار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ (1)

ترجمہ: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے۔

اس آیت میں کفار کے قبیح اَفعال بیان کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اِترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے تکبر کرتا ہے اور جب اسے کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری

---

(1)... پ25، حم السجدة:51.

وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو اس وقت وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے اور لگاتار دعائیں مانگے جاتا ہے۔[1]

کافر کی اس طرح کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا[2]

ترجمہ: اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ راحت کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت کے اَیّام میں دعا کرنا کفار کا طریقہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کیونکہ یہاں دعا مانگنے پر عتاب نہیں کیا گیا بلکہ راحت میں دعا نہ مانگنے پر عتاب کیا گیا ہے۔ نیز یہ عمل مَصائب و آلام کے وقت مانگی جانے والی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ صحت اور کشادگی کی حالت میں کثرت سے دعا کیا کرے۔[3]

لٰہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ راحت میں، آسانی میں، تنگی میں، مشکلات میں اور مَصائب و آلام کے وقت الغرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں اور اس سلسلے میں کافروں کی رَوِش پر چلنے سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

1... مدارک، ص1079، ملخصاً۔ 2... پ15، بنی اسرائیل: 83۔ 3... ترمذی، 5 / 248، حدیث: 3393۔

مصیبتوں کا سامنا تسلیم و رضا اور صبر و اِستقلال سے کریں:

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بندے پر نازل ہونے والی ہر بلا، مصیبت، نعمت، رحمت، تنگی اور آسانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے تو اگر بندہ مَصائب و آلام، مشکلات، تنگیوں، سختیوں اور آسانیوں وغیرہ کا سامنا تسلیم و رضا، صبر واِستقلال اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کرے تو وہ ہدایت پانے والوں اور مُقَرّب بندوں میں سے ہے اور اگر ان کا سامنا کفر کے ساتھ کرے اور مصیبتوں وغیرہ میں شکوہ شکایت کرنا شروع کر دے تو وہ بد بختوں، گمراہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والوں میں سے ہے۔[1]

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زندگی میں آنے والی مشکلات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور ہر مشکل اور مصیبت میں اچھی طرح صبر کیا کریں۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کی طرف اس کے بدن میں، اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں کوئی مصیبت بھیجوں، پھر وہ اس مصیبت کا سامنا اچھی طرح صبر کرنے کے ساتھ کرے تو میں قیامت کے دن اس کے لئے میزان نصب کرنے یا اس کا نامۂ اعمال کھولنے سے حیا فرماؤں گا۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت نصیب فرمائے اور اگر زندگی میں کوئی مشکل یا مصیبت آئے تو اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

1... روح البیان، 8/280، ملخصاً. 2... مسند شہاب قضاعی، 2/330، حدیث: 1462.

درس نمبر:50

دنیا کا باقی رہ جانے والا عرصہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ [1]

ترجمہ: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے قیامت کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے جھٹلانے کے طور پر کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور گویا کہ فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل کرنے اور شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم قرآن پر عمل کرو اور عدل کرو اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے حساب اور اعمال کا وزن ہونے کا دن اچانک آجائے۔ [2]

یاد رہے کہ اس دنیا کا جو عرصہ کچھ گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں وہ عرصہ بہت کم ہے جو اس دنیا کا باقی رہ گیا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ عرفات کے مقام میں ٹھہرے ہوئے تھے، جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ ڈھال کی مانند ہے، یہ دیکھ کر آپ بہت شدید روئے اور "اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ" سے لے کر "اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ" تک آیات تلاوت فرمائیں۔ آپ کے غلام نے عرض کی "اے ابو عبد الرحمٰن! میں آپ کے ساتھ کئی مرتبہ کھڑا ہوا ہوں لیکن کبھی آپ نے اس طرح نہیں کیا (آج آپ اتنا کیوں رو رہے ہیں) آپ نے

1... پ21، عنکبوت:60. 2... خازن، 4/93، مدارک، ص1085، ملتقطاً.

فرمایا: مجھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یاد آ گئے، وہ اسی جگہ کھڑے تھے اور ارشاد فرمایا" اے لوگو! تمہاری اس دنیا میں سے جو گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں جو باقی ہے وہ اس طرح ہے کہ جو وقت آج کے دن گزر چکا ہے اور جو باقی ہے۔ (1)

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: " دنیا (کے جانے) اور آخرت (کے آنے) کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور آخر میں ایک دھاگے سے لٹک کر رہ گیا ہو، عنقریب وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے گا۔ (2)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: " اللہ تعالٰی نے (ابتداء سے لے کر انتہاء تک) پوری دنیا کو تھوڑا بنایا اور اب اس میں سے جو باقی بچا ہے وہ تھوڑے سے بھی تھوڑا ہے اور باقی رہ جانے والے کی مثال اس حوض کی طرح ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا ہو اور (اس کی تہ میں موجود) گدلا پانی باقی رہ گیا ہو۔ (3)

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی دنیا کی مثال اس بڑے تالاب کی طرح ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو اور اسے انسانوں اور جانوروں کے پانی پینے کے لئے بنایا گیا ہو، پھر پانی پینے والوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا پانی کم ہونا شروع ہو جائے یہاں تک کہ اس کی تہ میں کیچڑ ہی باقی بچے جس میں جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہوں، تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا پر مطمئن نہ ہو اور نہ ہی یہ بات واضح ہو جانے کے بعد دنیا

1... مستدرک، 3/233، حدیث: 3708. 2... حلیۃ الاولیاء، 8/138، حدیث: 11630.

1... مستدرک، 5/456، حدیث: 7974.

سے دھوکہ کھائے کہ یہ بہت جلد زائل ہو جانے والی ہے اور اس کا اچھا حصہ گزر چکا ہے اور موت ضرور آنے والی ہے۔[1]

اور حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جن چیزوں (میں مبتلا ہونے) کا میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں سے زیادہ خوفناک نفسانی خواہش اور لمبی امید ہے۔ نفسانی خواہش بندے کو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جا رہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے طلبگار ہیں، اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے طلبگار نہ بنو تو ایسا ہی کرو، کیونکہ تم آج عمل کرنے کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں (اس لئے جو چاہو عمل کر لو) جبکہ کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا (بلکہ اعمال کا حساب دینا ہو گا)۔[2]

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”آگاہ رہو کہ دنیا موجودہ سامان ہے جس سے نیک اور بد سبھی کھاتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ آخرت سچا وعدہ ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔ خبر دار! ساری راحت اپنے کناروں سمیت جنت میں ہے اور پوری مصیبت اپنے کناروں سمیت جہنم کی آگ میں ہے۔ خبر دار! تم اللہ سے ڈرتے ہوئے نیک عمل کیا کرو (کہ نہ معلوم یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں) اور یاد رکھو! تم پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ

1... فیض القدیر، 2/279، تحت الحدیث: 1710، ملخصاً۔ 2... شعب الایمان، 7/370، حدیث: 10616.

اسے دیکھ لے گا۔[1]

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس باقی رہ جانے والے عرصے کو غنیمت جانتے ہوئے فوری طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں اور جن چیزوں سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان سے باز آ جائیں اور دنیا کی قلیل زندگی سے دھوکہ کھا کر اپنی آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کو خراب نہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال میں جلدی کرنے اور تاخیر کی آفت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:51

نیک اعمال برباد کر دینے والے اعمال

ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کرتے رہیں، چنانچہ اس آیت میں پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے ہو اور ان کی اطاعت کرتے ہو اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ریاکاری یا

1... سنن الکبری للبیہقی، 3/306، حدیث: 5808. 2... پ26، محمد: 33.

منافقت کرکے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو ریاکاری اور نفاق سے خالی ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔

اس آیت میں عمل کو باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لہٰذا آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفلی نماز یا روزہ یا کوئی اور ہی عمل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے بلکہ اسے پورا کرے۔

نیز یہاں آیت کی مناسبت سے ہم 6 ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جو نیک اعمال کو باطل اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بچیں اور اپنے اعمال کو برباد ہونے سے بچائیں،

(1) کفر و شرک: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [1]

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًاؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ

ترجمہ: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی حالانکہ وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

---

1 ...پ9، اعراف:147.

لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا (1)

رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہو گئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

(2) مرتد ہونا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (2)

ترجمہ: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (3)

ترجمہ: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو گا۔

(3) منافقت: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ۝ اَشِحَّةً

ترجمہ: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور

(1)... پ16، کہف:103-106۔ (2)... پ2، بقرہ:217۔ (3)... پ6، مائدہ:5۔

عَلَیۡکُمۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَیۡتَهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡكَ تَدُوۡرُ اَعۡیُنُهُمۡ كَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَوۡفُ سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الۡخَیۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرًا [1]

وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

(4) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ [2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5) صدقہ دے کر احسان جتانا اور تکلیف پہنچانا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ

ترجمہ: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف

1...پ22، احزاب:18، 19. 2...پ26، حجرات:2.

بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی [1] پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو۔

(6)نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [2]

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال برباد کرنے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:52

امتی پر حقوقِ مصطفیٰ

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۝لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا [3]

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

---

(1)...پ3، بقرہ:264. (2)...پ12، ہود:15، 16. (3)...پ26، الفتح:8، 9.

یہ آیتِ مبارکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت وشان، مقام و منصب، امّت پر لازم حقوق اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و عبادت کے بیان پر مشتمل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی! ہم نے تمہیں امت کے اعمال پر گواہ، اہلِ ایمان و اطاعت کو خوشخبری دینے اور کافر و نافرمان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی نصرت و حمایت اور تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔[1]

امّت پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حقوق کے پہلو سے اِس آیت کریمہ کو دیکھا جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تین حقوق بیان فرمائے ہیں: ایمان، نصرت و حمایت اور تعظیم و توقیر۔ ہم ان تینوں حقوق کو کچھ تفصیل سے بیان کرکے مزید چند حقوق بیان کریں گے تاکہ علم میں اضافہ اور عمل کی توفیق ہو۔

(1) ایمان: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھنا فرض ہے اور یونہی ہر اس چیز کو تسلیم کرنا بھی لازم و ضروری ہے جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ یہ حق صرف مسلمانوں پر نہیں بلکہ تمام انسانوں پر لازم ہے کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں اور آپ کی رحمت تمام جہانوں کے لئے اور آپ کے احسانات تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوقات پر ہیں۔ جو یہ ایمان نہ رکھے وہ مسلمان نہیں، اگرچہ وہ دیگر تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر ایمان رکھتا ہو۔

(2) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت وحمایت: اللہ تعالیٰ نے روزِ میثاق تمام

1... خازن 4/103.

انبیاء ومرسلین عَلَیْہِ السَّلَام سے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت و مدد کا عہد لیا تھا اوراب ہمیں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت و حمایت کا حکم دیا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھم نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تائید و نصرت میں جان، مال، وطن، رشتے دار سب کچھ قربان کر دیا۔ دورانِ جنگ ڈھال بن کر پروانوں کی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نثار ہوتے رہے۔فی زمانہ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عزّت و ناموس کی حفاظت، آپ کی تعلیمات و دین کی بقاء وترویج کی کوشش اسی نصرت و حمایت میں داخل اور مسلمانوں پر لازم ہے۔

(3)رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم وتوقیر: ایک انتہائی اہم حق یہ بھی ہے کہ دل و جان، روح و بدن اور ظاہر و باطن ہر اعتبار سے نبیِّ مکرم، رسول محتشم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اعلیٰ درجے کی تعظیم و توقیر کی جائے بلکہ آپ سے نسبت و تعلّق رکھنے والی ہر چیز کا ادب و احترام کیا جائے جیسے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ملبوسات، نعلین شریفین، مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، گنبد خضریٰ، اہل بیت، صحابہ کرام اور ہر وہ جگہ جہاں پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے پیارے قدم مبارک لگے، ان سب کی تعظیم کی جائے۔ ادب و تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنی زبان و بدن اور اقوال و افعال میں امورِ تعظیم کو ملحوظ رکھے جیسے نام مبارک سنے تو درود پڑھے، سنہری جالیوں کے سامنے ہو تو آنکھیں جھکالے اور دل کو خیال غیر سے پاک رکھے، گنبد خضری پر نگاہ اٹھے تو فوراً ہاتھ باندھ کر درودو سلام کا نذرانہ پیش کرے۔ اسی ادب و تعظیم کا ایک نہایت اہم تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گستاخوں اور بے ادبوں کو اپنے جانی دشمن سے بڑھ کر

ناپسند کرے، ایسوں کی صحبت سے بچے، ان کی کتابوں کو ہاتھ نہ لگائے، ان کا کلام و تقریر نہ سنے بلکہ ان کے سائے سے بھی دور بھاگے اور اگر کسی کو بارگاہِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ادنیٰ سی گستاخی کا مرتکب دیکھے تو اگرچہ وہ باپ یا استاد یا پیر یا عالم ہو یا دنیوی وجاہت والا کوئی شخص، اُسے اپنے دل و دماغ سے ایسے نکال باہر پھینکے جیسے مکھن سے بال اور دودھ سے مکھی کو باہر پھینکا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حقوق کے ساتھ ساتھ علماء و محدثین نے اپنی کتب میں دیگر **”حقوقِ مصطفٰی“** کو بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، یہاں اختصار کے ساتھ مزید 4 حقوق ملاحظہ ہوں:

(1) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ مبارکہ اور سنتوں کی پیروی کرنا ہر مسلمان کے دین و ایمان کا تقاضا اور حکم خداوندی ہے۔ آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہم اور سلف صالحین اپنی زندگی کے ہر قدم پر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے پر چلنے کو مقدم رکھتے اور اتباع نبوی سے ہر گز انحراف نہ کرتے۔ اِس اتباع میں فرض و واجب امور بھی ہیں اور مؤکد و مستحب چیزیں بھی۔ بزرگانِ دین دونوں چیزوں میں ہی کامل اتباع کیا کرتے تھے، اسی لئے کتب احادیث و سیرت میں صرف فرائض و واجبات کا بیان ہی نہیں بلکہ سنن و مستحبات اور آداب و معاملات و معاشرت کا بھی پورا پورا بیان ملتا ہے۔

(2) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ بھی حق ہے کہ آپ کا ہر حکم مان کر اس کے مطابق عمل کیا جائے، جس بات کا حکم ہو اسے بجائے

لائیں، جس چیز کا فیصلہ فرمائیں اسے قبول کریں اور جس چیز سے روکیں اُس سے رُکا جائے۔

(3) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سچی محبت: اُمّتی پر حق ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولا، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سچی محبت کرے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت روحِ ایمان، جانِ ایمان اور اصل ایمان ہے۔

(4) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر مبارک و نعت: ہم پر یہ بھی حق ہے کہ سرورِ موجودات، باعث تخلیق کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح و ثنا، تعریف و توصیف، نعت و منقبت، نشر فضائل و کمالات، ذکرِ سیرت و سنن و احوال و خصائل و شمائل مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور بیانِ حسن و جمال کو دل و جان سے پسند بھی کریں اور اِن اذکار مبارکہ سے اپنی مجلسوں کو آراستہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کا معمول بھی بنالیں۔ قرآنِ پاک رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضائل و محاسن اور شان و مرتبہ کے ذکر مبارک سے معمور ہے، تمام انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت و فضیلت بیان فرماتے رہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کے لئے ذکر و نعت مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وظیفۂ زندگی اور حرز جان تھا۔ دورِ صحابہ سے آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خوش نصیب مداحوں نے نظم و نثر کی صورت میں اتنی نعتیں لکھ دی ہیں کہ اگر انہیں ایک جگہ کتابی صورت میں جمع کیا جائے تو بلا مبالغہ یہ ہزاروں جلدوں پر مشتمل، دنیا کی سب سے ضخیم کتاب ہو گی۔

اللہ تعالٰی ہمیں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام حقوق بجالاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:53

جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا حقیقی مقصد

ارشاد فرمایا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [1]

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

ارشاد فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں منہمک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی عبادت کریں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ [3]

ترجمہ: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اور ارشاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ﹰالَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ وَ

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے

1... پ27، الذاریات: 56. 2... صاوی، 5/ 2026، خازن، 4/ 185. 3... مومنون: 115.

هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ[1] والا ہے اور وہی عزت والا، بخشش والا ہے۔

اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔[2]

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر رحم فرمائے، جب انہیں بچپن کی حالت میں بچوں نے کھیلنے کے لئے بلایا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (ان بچوں سے) کہا: کیا ہم کھیل کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ (ایسا نہیں ہے، بلکہ ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی ہم سے مطلوب ہے۔ جب نابالغ بچہ اس طرح کہہ رہا ہے تو) اس بندے کا قول کیسا ہونا چاہئے جو بالغ ہو چکا ہے۔[3]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ فرماتے ہیں: ہر تھوڑی سی عقل والا بھی جانتا ہے کہ جو چیز جس کام کے لیے بنائی جائے اگر اُس کام میں نہ آئے تو بے کار ہے، تَو جو انسان اپنے خالق و مالک کو نہ پہچانے، اُس کی بندگی و عبادت نہ کرے وہ نام کا آدمی ہے حقیقۃً آدمی نہیں بلکہ ایک بے کار چیز ہے۔[4]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھنے اور اس مقصد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

1... پ29، ملک: 2، 1 0... ترمذی، 4/ 211، حدیث: 2474. 1... ابن عساکر، 64/ 183.
2... بہار شریعت 1/ 281

درس نمبر:54

صحابہ کرام کی شان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ-اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ-وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ[1]

ترجمہ: تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

صحابہ کی اقسام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم کی کئی اقسام ہیں جیسے خلفائے اربعہ، عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر، اصحابِ اُحد، اصحابِ بیعتِ رضوان، اہلِ بیت وغیرھم۔ ان میں کئی اقسام ایک دوسرے میں داخل بھی ہیں۔ صحابۂ کرام کی افراد کی تعداد کے اعتبار سے ایک بڑی تقسیم تو مہاجرین و انصار ہے اور دوسری تقسیم وہ ہے جو اوپر ذکر کردہ آیت میں بیان کی گئی یعنی فتحِ مکّہ سے پہلے والے اور بعد والے۔

تمام صحابہ جنّتی ہیں اس آخری تقسیم کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اِن صحابہ میں درجہ بندی فرمادی کہ فتحِ مکّہ سے پہلے والے، بعد والوں سے افضل ہیں۔ یہ معاملہ افضلیت کا ہے لیکن جہاں تک بارگاہِ خداوندی میں ان کے مقبول اور جنّتی ہونے کا معاملہ ہے تو اللہ

[1]... پ27، الحدید:10.

تعالٰی نے فرمایا کہ ”ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنّت) کا وعدہ فرمالیا ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ جنّتی اور خدا کے مقبول بندے ہیں۔ ہر صحابی، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحابیت کی نسبت سے ہمارے لئے واجبِ تعظیم ہے اور کسی بھی صحابی کی گستاخی حرام اور گمراہی ہے۔ قرآن وحدیث عظمتِ صحابہ کے بیان سے معمور ہیں اور کوئی صحابی بھی اس عظمت و شان سے خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آیئے قرآن وحدیث میں ان کا مقام ملاحظہ کریں:

صحابہ کی عظمت وشان قرآن سے:

❀ صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کی ایک بڑی جماعت کے بارے میں ارشاد فرمایا: بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اوّلین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔[1]

❀ اسی پاک گروہ کی ایمانی قوّت، قلبی کیفیت اور عملی حالت قرآن میں یوں بیان فرمائی گئی: ”محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل و رِضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت توارات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔“[2]

1...پ11، التوبۃ:100۔ 2...پ26، الفتح:29.

❀ یہی متّقین، صالحین، خاشعین، صدیقین کے سردار ہیں جن کے دلوں کی تطہیر اور نفوس کا تزکیہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے کیا اور بذاتِ خود کیا جیسا کہ قرآن میں ہے: "بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا، جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"(1)

❀ اور یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا: "اگر وہ (غیر مسلم) بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا (اے صحابہ) تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے۔"(2)

❀ اسی مبارک گروہ کی سب سے بڑی تعداد کا نام مہاجرین و انصار ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بالکل صراحت سے جنّت و مغفرت و رزقِ کریم یعنی عزّت والی روزی کا مُژدہ سناتے ہوئے فرمایا: اور وہ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچّے ایمان والے ہیں، ان کے لئے بخشش اور عزّت کی روزی ہے۔(3)

صحابہ کی عظمت وشان احادیث سے:

❀ اِنہی صحابہ کا امّت میں سب سے افضل اور فائق ہونا، نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں واضح کیا: میرے اصحاب کو بُرا بھلا نہ کہو، اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد

---

(1)...پ4، آل عمران:164 . (2)...پ1، البقرۃ:137 . (3)...پ10، الانفال:74.

پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو وہ اُن کے ایک مُد (ایک پیمانہ) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس مُد کے آدھے کو۔[1]

❀ اِنہی صحابہ سے مَحبّت رکھنے، ان کی محبّت کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَحبت اور ان سے بغض کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بغض قرار دیا اور ان کے متعلّق دل و زبان سنبھالنے کا حکم دیا: "میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنالینا۔ پس جس شخص نے ان سے مَحبت کی تو اس نے میری مَحبت کی وجہ سے ان سے مَحبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو اس نے میرے بُغض کے سبب ان سے بُغض رکھا اور جس نے انہیں اِیذا پہنچائی تو اس نے ضرور مجھے اِیذا پہنچائی اور جس نے مجھے اِیذا پہنچائی تو ضرور اس نے اللہ پاک کو اِیذا پہنچائی تو جس نے اللہ پاک کو اِیذا پہنچائی تو قریب ہے کہ اللہ پاک اس کی پکڑ فرمائے۔[2]

صحابہ کے متعلق آیات و احادیث کا خلاصہ:

اوپر ذکر کردہ آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ

❀ تمام صحابہ جنّتی ہیں

❀ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے اور یہ خدا سے راضی ہیں

❀ ان کے لئے جنّت کے باغات ہیں

❀ یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھی ہیں

❀ کُفّار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں نرم دل

1... بخاری، 2/522، حدیث: 3673. 2... ترمذی، 5/463، حدیث: 3888.

❀ عبادت ورکوع وسجدہ کے شوقین

❀ رِضائے الٰہی کے طلب گار

❀ نورانی چہروں والے، پاک دل، پاک سیرت، اصحابِ حکمت، معیاری ایمان والے

❀ راہِ خدا میں جان، مال، گھر بار قربان کرنے والے

❀ مومنوں کے مددگار

❀ سچّے ایمان والے

❀ خدا کی طرف سے مغفرت ورزقِ کریم کے مستحق

❀ اُمت میں سب سے افضل

❀ ان کی مَحبت، نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحبت

❀ ان سے بُغض، نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بُغض

❀ انہیں تکلیف دینا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تکلیف دینا ہے

❀ ان کی تعظیم فرض، توہین حرام اور ان کے گستاخ، خدا کی گرفت کا شکار ہوں گے۔

اللہ کریم ہمیں دل و جان، زبان و قلم سے ہر صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صدقے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور جنّت میں ان کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:55

آداب مجلس اور فضائل علم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

شانِ نزول نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھم کی بہت عزت کرتے تھے، ایک روز چند بدری صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھم ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، اُنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب دیا، پھر اُنہوں نے حاضرین کو سلام کیا تو اُنہوں نے جواب دیا، پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ اُن کے لئے مجلس شریف میں جگہ بنائی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ چیز گراں گزری تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اُٹھا کر اُن کے لئے جگہ بنادی، اُٹھنے والوں کو

1... پ28، المجادلۃ:11.

اُٹھنا شاق ہوا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جنّت میں جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب تمہیں اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کا کہا جائے تاکہ جگہ کشادہ ہو جائے تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کے باعث تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (1)

اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ صالحین کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا جائز بلکہ سنّت ہے حتی کہ مسجد میں بھی ان کی تعظیم کی جائے گی۔ حدیثِ پاک میں دینی پیشواؤں اور اساتذہ کی تعظیم کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے، سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے لئے عاجزی اختیار کرو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو ان کے لئے بھی تواضع اختیار کرو اور سرکش عالم نہ بنو۔ (2)

نیک لوگوں کی عزت کرنا اور بوڑھوں کا لحاظ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اور اس حاملِ قرآن کی تعظیم کرنا جو قرآن میں غلو نہ کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے اور عادل سلطان کی تعظیم کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں داخل ہے۔“ (3)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو علماء و مشائخ اور دین داروں کی عزت کرتے ہیں اور

1... تفسیر خازن، 4/240 2 ... الجامع لاخلاق الراوی، ص230، حدیث:802.

3... ابو داؤد، 4/344، حدیث:4843.

بدنصیب ہیں وہ لوگ جو آزادی کے نام پر علماء اور دین داروں کا مذاق اڑاتے اور اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔

مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ چکا ہو اسے اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے سوائے کسی بڑی ضرورت کے یا یوں کہ اہم حضرات کے لئے نمایاں جگہ بنادی جائے جیسے دینی و دنیوی دونوں قسم کی مجلسوں میں سرکردہ حضرات کو اسٹیج پر یا سب سے آگے جگہ دی جاتی ہے اور ویسے یہ ہونا چاہیے کہ بڑے اور سمجھدار حضرات سننے کے لئے زیادہ قریب بیٹھیں۔ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو لوگ بالغ اور عقل مند ہیں انہیں میرے قریب کھڑے ہونا چاہئے۔ (1)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو ان کے مرتبے اور منصب کے مطابق بٹھاؤ۔ (2)

البتہ فضیلت اور مرتبہ رکھنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ خود کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھیں کیونکہ کثیر احادیث میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: کوئی شخص مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُما سے مروی دوسری روایت میں ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ (تمہیں چاہئے کہ) دوسروں کے لئے جگہ کشادہ اور وسیع کر دو۔ (4)

1... ابوداؤد، 1/267، حدیث: 674. 0... ابوداؤد، 4/343، حدیث: 4842.

1... مسلم، ص923، حدیث: 5683. 2... بخاری، 4/179، حدیث: 6269.

آیت و روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارا دین ہمیں عقیدے اور عبادات کے ساتھ معاشرتی زندگی کے آداب بھی سکھاتا ہے۔ ایک سچا مسلمان مہذب، شائستہ، سلجھا ہوا اور بااخلاق ہوتا ہے۔

آیت کے آخری حصے میں فرمایا گیا کہ علمائے دین کے درجے دنیا و آخرت میں اللہ تعالٰی نے بلند کئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے اسی آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! اس آیت کو سمجھو اور علم حاصل کرنے کی طرف راغب ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مومن عالم کو اس مومن سے بلند درجات عطا فرمائے گا جو عالم نہیں ہے۔[1]

یہاں موضوع کی مناسبت سے علم اور علماء کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1) ایک ساعت علم حاصل کرنا ساری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔[2]

(2) علم عبادت سے افضل ہے۔[3]

(3) علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے۔[4]

(4) علماء زمین کے چراغ اور انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں۔[5]

(5) مرنے کے بعد بھی بندے کو علم سے نفع پہنچتا رہتا ہے۔[6]

(6) ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔[7]

1... تفسیر خازن، 4/241۔ 0... مسند الفردوس، 2/441، حدیث: 3917۔

1... کنز العمال، جزء 5، 10/58، حدیث: 28653۔ 2... کنز العمال، جزء 10، 5/58، حدیث: 28657۔

3... کنز العمال، جزء 5، 10/59، حدیث: 28673۔ 4... مسلم، ص 684، حدیث: 4223۔

5... ترمذی، 4/311، حدیث: 2690۔

(7)علم کی مجالس جنّت کے باغات ہیں۔[1]

(8)علم کی طلب میں کسی راستے پر چلنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنّت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔[2]

(9)قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔[3]

(10)عالم کے لئے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔[4]

(11)علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔[5]

(12)علماء کی تعظیم کرو کیونکہ وہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں۔[6]

(13)اہلِ جنّت، جنّت میں علماء کے محتاج ہوں گے۔[7]

(14)علماء آسمان میں ستاروں کی مثل ہیں جن کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ پائی جاتی ہے۔[8]

(15)قیامت کے دن انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بعد علماء شفاعت کریں گے۔[9]

علم سیکھنے اور علماء کی تعظیم و تکریم کرنے والے یہ فضائل پاتے ہیں اور علم سے دور اور علماء کے بے ادب خدا کی رحمت سے محروم ہوتے ہیں۔

1... معجم کبیر، 11/78، حدیث: 11158. 0... ترمذی، 4/312، حدیث: 2691.
1... کنز العمال، جزء10، 5/61، حدیث: 28711. 2... کنز العمال، جزء10، 5/63، حدیث: 28733.
3... مسند الفردوس، 4/156، حدیث: 6486. 4... تاریخ ابن عساکر، 37/104.
5... تاریخ ابن عساکر، 51/50. 6... کنز العمال، جزء10، 5/65، حدیث: 28765.
7... کنز العمال، جزء5، 10/65، حدیث: 28766.

درس نمبر:56

اصلاحِ اعمال کی ضرورت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی فرمانبرداری اختیار کرکے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کرکے اور انہیں علم و ادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

یہاں آدمی سے کافر اور پتھر سے بت وغیرہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت ہی شدید حرارت والی ہے اور جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے جلتی ہے جہنم کی آگ اس طرح نہیں جلتی بلکہ ان چیزوں سے جلتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

مزید فرمایا کہ جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو جہنمیوں پر سختی کرنے والے اور

1... پ28، التحریم:6.

انتہائی طاقتور ہیں اور ان کی طبیعتوں میں رحم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم و تربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور گھر میں جو افراد اس کے ماتحت ہیں ان سب کو اسلامی احکامات کی تعلیم دے یادلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے تاکہ یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں اہلِ خانہ کی اسلامی تربیت کرنے اور ان سے احکامِ شرعیہ پر عمل کروانے سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)... تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔[2]

(2)... سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور

---

[1]... خازن، 4/287، مدارک، ص1258، ملتقطاً۔ [2]... بخاری، 1/309، حدیث: 893.

ان کے بستر الگ کر دو۔[1]

(3)...رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) جگائے، اگر وہ نہ اُٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کے وقت اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔[2]

پانی کے چھینٹے مارنے کی اجازت اُس صورت میں ہے جب جگانے کے لئے بھی ایسا کرنے میں خوش طبعی کی صورت ہو یا دوسرے نے ایسا کرنے کا کہا ہو۔

یہاں اسی آیت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت منصور بن عمار رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے حج کیا اور (سفر کے دوران) کوفہ کے ایک سرائے میں ٹھہرا، پھر میں ایک اندھیری رات میں باہر نکلا تو آدھی رات کے وقت کسی کی درد بھری آواز سنی اور وہ یوں کہہ رہا تھا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیری عزت و جلال کی قسم! میں نے جان بوجھ کر تیری نافرمانی اور مخالفت نہیں کی اور مجھ سے جب بھی تیری نافرمانی ہوئی میں اس سے ناواقف نہیں تھا لیکن خطا کرنے پر میری بدبختی نے میری مدد کی اور تیری سَتّاری (کی امید) نے مجھے گناہ پر ابھارا اور بے شک میں نے اپنی نادانی کی بنا پر تیری نافرمانی اور مخالفت کی تو اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا، اگر تو نے مجھ سے اپنی (رحمت و عنایت کی) رسی کاٹ لی تو میں کس کی رسی کو تھاموں گا۔ جب وہ اپنی اس اِلتجاء سے فارغ ہوا تو میں نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

1... ابوداؤد، 1/208، حدیث:495. 2... ابوداؤد، 2/48، حدیث:1308.

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

ترجمہ: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

پھر میں نے ایک شدید حرکت سنی اور اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی۔ میں وہاں سے چلا گیا اور دوسرے دن اپنی رہائش گاہ میں لوٹا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے وہاں موجود ایک بوڑھی خاتون سے میت کے بارے میں پوچھا اور وہ مجھے نہیں جانتی تھی۔اس نے کہا: رات کے وقت یہاں سے ایک مرد گزرا، اس وقت میرا بیٹا نماز پڑھ رہا تھا، اس آدمی نے قرآنِ مجید کی ایک آیت پڑھی جسے سن کر میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اہلِ خانہ کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر:57

زندگی اور موت پیدا کرنے کی حکمت

ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ[2]

ترجمہ: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی بہت عزت والا، بہت بخشش والا ہے۔

1... مستدرک، 3/318، رقم: 3882. 2... پ28، التحریم: 6.

موت (انسانوں اور حیوانوں میں) روح کے جسم سے جدا ہو جانے اور حواس کی طاقت زائل ہو جانے کا نام ہے جبکہ زندگی جسم میں روح کے وجود کے ساتھ حواس کی طاقت باقی رہنے کا نام ہے اور پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشنا، اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے کیونکہ محض عَدمی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔[1]

مزید زندگی اور موت پیدا کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ دنیا کی زندگی میں وہ اپنے اَحکامات اور مَمنوعات کے ذریعے تمہاری آزمائش کرے کہ کون زیادہ فرمانبردار، مخلص اور شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق عمل کرنے والا ہے اور کوئی اپنے برے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا کیونکہ وہ غالب ہے اور گناہگاروں میں سے جو توبہ کرے اسے وہ بخشنے والا ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کا ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق ہونا چاہئے، لہٰذا جس کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو لیکن شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل مقبول نہیں، اسی طرح جس کا عمل شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق تو ہو لیکن وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ ریاکاری اور نفاق کے طور پر ہو تو وہ عمل بھی مقبول نہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1... خازن، 4/289، تفسیر کبیر، 10/579، ملتقطاً۔

2... مدارک، ص1261، روح البیان، 10/76، ابو سعود، 5/743، ملتقطاً۔

اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا[1]

ترجمہ: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب عمل خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور جب عمل درست تو ہو لیکن خالص نہ ہو تو یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا، عمل صرف وہی مقبول ہے جو خالص اور درست ہو اور عمل خالص اس وقت ہو گا جب اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور درست اس وقت ہو گا جب وہ سنت (یعنی شریعت کے بتائے ہوئے طریقے) کے مطابق ہو گا۔[2]

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق عمل نہیں کرتے اور اگر انہیں کوئی سمجھائے تو اپنا عمل درست کرنے کی بجائے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیں زندگی عطا کئے جانے اور ہم پر موت مسلّط کئے جانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے معاملے میں ہماری جانچ ہو جائے کہ ہم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کیسی اطاعت کرتا ہے تاکہ آخرت میں جب اطاعت گزاروں کو انعامات ملیں اور نافرمانوں کو سزائیں ملیں تو کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اطاعت گزاروں کو انعامات اور نافرمانوں کو سزا کیوں ملی۔ یاد رکھیں کہ دنیا کی زندگی ایک دن ضرور ختم ہو جائے گی جبکہ آخرت کی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1... پ16، کہف:110. 2... جامع العلوم والحکم، ص24.

وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمہ: اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا اگر وہ (یہ) جانتے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَاۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰىؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [2]

ترجمہ: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا سازو سامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور دنیا کی رنگینیوں اور رونقوں سے بھی ہمیں آزمایا جارہا ہے کہ ہم کیسے عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [3]

ترجمہ: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔

اسی طرح ہمیں پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جو نعمتیں پیدا کی ہیں، ان کے ذریعے بھی ہمارے اعمال کی آزمائش ہو رہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا (تمہیں پیدا کیا) تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں

1...پ21، عنکبوت:64. 2...پ20، قصص:60. 3...پ15، کہف:7.

لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [1] کون اچھے عمل کرتا ہے۔

اور وہ لوگ جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًاۚ(۳۰) اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا [2]

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

اور جنہوں نے کفر کیا اور گناہوں میں مصروف رہے ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَاۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًاؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ

ترجمہ: اور جنہوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے اور ان پر ذلت چھائی ہو گی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا، گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہی دوزخ والے ہیں، وہ

1... پ12، ہود:7. 2... پ15، کہف:30، 31.

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [1] اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لٰہذا اے لوگو!

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ [2]

ترجمہ: اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:58

وسعت رزق میں آزمائش اور یادِ خدا سے منہ پھیرنے کا انجام

ارشاد فرمایا:

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا [3]

ترجمہ: تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا۔

فرمایا کہ ہم ایمان لانے والوں پر رزق اس لئے وسیع کر دیتے تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں کہ وہ رزق ملنے پر ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور اس رزق کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور شیطان کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔[4]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو وسیع رزق دیا جانا ان کی آزمائش کے لئے

---

❶...پ11، یونس:27. ❶...پ25، شوریٰ:47. ❶...پ29، الجن:17. ❷... تفسیر کبیر، 10/ 672.

ہے کہ وہ اس رزق کا استعمال کیسا کرتے ہیں لیکن افسوس کہ فی زمانہ اکثر مالدار مسلمان اس آزمائش میں ناکام نظر آرہے ہیں کیونکہ ان کی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں صَرف ہونے کی بجائے اسے ناراض کرنے والے کاموں میں خرچ ہو رہی ہے۔ آخرت کا چَین اور سکون دینے والوں کاموں میں استعمال ہونے کی بجائے ہر طرح کا دُنیَوی عیش حاصل کرنے میں لگائی جارہی ہے۔ ان کی دولت سے عالیشان مکانات کی تعمیر اور ان میں دنیا کی ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ صرف شوق پورا کرنے کی خاطر دنیا کی مہنگی ترین گاڑیاں خریدی جارہی ہیں اور مسلمان کہلانے والے مالداروں کی طرف سے اپنے نفس کی خواہشات اور شہوت کی تکمیل کے لئے کروڑوں ڈالر لمحوں میں اُڑائے جا رہے ہیں، ان کی دولت دنیا کی رنگینی سے لطف اندوز ہونے کے لئے دوسرے ممالک کے مہنگے ترین سفر اور دنیا کی حسین ترین عورتوں سے اپنی عیش و نشاط کی بزم سجانے میں صَرف ہو رہی ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے حرام کاموں میں پانی کی طرح پیسہ بہا دیتے ہیں جبکہ نیک کاموں میں خرچ کرتے وقت انہیں اپنی دولت کم ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَ مَا

ترجمہ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کے لئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔

كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (1)

اور ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (2)

ترجمہ: اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ (جہنم) انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ (اے منافقو!) جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے قوت میں زیادہ مضبوط اور مال اور اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پھر انہوں نے اپنے (دنیا کے) حصے سے لطف اٹھایا تو تم بھی ویسے ہی اپنے حصے سے لطف اٹھالو جیسے تم سے پہلے والوں نے اپنے حصوں سے فائدہ حاصل کیا اور تم اسی طرح بیہودگی میں پڑ گئے جیسے وہ بیہودگی میں پڑے تھے۔ ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ کیا ان کے پاس ان سے پہلے لوگوں (یعنی) قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور قومِ ابراہیم اور مدین اور الٹ جانے والی بستیوں کے مکینوں کی خبر نہ آئی؟ ان کے پاس بہت سے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا

---

1 ... پ24، مومن: 21. 2 ... پ10، توبہ: 68-70.

بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے۔

اے کاش! دولت مند مسلمان اپنی عملی حالت پر غور کرکے اسے سدھارنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی نافرمانی میں خرچ کرنے کی بجائے صرف اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں صرف کرنے کی طرف راغب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، آمین۔

مزید فرمایا کہ جو قرآنِ پاک سے یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے سے یا اس کی عبادت کرنے سے منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا جس کی شدت دم بدم بڑھتی ہی جائے گی۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ پھیرے اس کا انجام انتہائی دردناک ہے، ایسے شخص کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَاۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى (2)

ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ اللہ فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور

1... مدارک، ص1289، خازن، 4/318، ملتقطاً. 2... پ16، طٰہٰ: 124-126.

الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ [(1)]

جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرمادینا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد میں مصروف اور اپنا ذکر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

درس نمبر:59

اہلِ ایمان کے امتحان کا ایک واقعہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۝ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ۝ وَّ هُمْ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ [(2)]

ترجمہ: ترجمہ: کھائی والوں پر لعنت ہو۔ بھڑکتی آگ والے۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ خود اس پر گواہ ہیں جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کررہے تھے۔

زندگی میں مشکلات کا پیش آنا ایک حقیقت ہے، یہ بعض اوقات گناہوں کی سزا ہوتی ہیں اور کبھی ان کی معافی کا ذریعہ۔ یونہی کبھی صالحین کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں اور کبھی لوگوں کا امتحان۔ جن حضرات کے مرتبے جتنے بلند ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی اتنے ہی اونچے درجے کی ہوتی ہے، اسی لئے انبیاءِ کرام علیھمُ السَّلام جو خدا کے سب سے

(1)... پ7، مائدہ:91، 92۔ (2)... پ30، البروج:4 تا 7۔

مقرب اور افضل بندے ہیں ان پر بھی آزمائشیں آئیں۔ حضرت نوح علیہ السَّلام کو قوم نے ستایا، حضرت ہود و صالح علیہما السَّلام کو تنگ کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السَّلام کو آگ میں ڈالا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السَّلام کو ہجرت کرنا پڑی، حضرت عیسیٰ علیہ السَّلام کو سولی دینے کی کوشش کی گئی، بہت سے انبیاء علیہمُ السَّلام کو شہید کیا گیا اور ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی بیسیوں طریقوں سے ستایا گیا۔ یونہی اِن حضرات کے بعد مرتبہ رکھنے والی ہستیوں کو دیکھ لیں مثلاً اہلِ بیتِ کرام اور سیّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا: بھوکا پیاسا رکھنا، باپ کے سامنے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اہلِ محبت کو ظالمانہ شہید کرنا، مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس کندھوں پر سواری کرنے والی بلند ہستی کو سفاکانہ انداز میں اہلِ خانہ کے ساتھ تیروں، نیزوں سے چھلنی کرکے شہید کرنا اور گردن کاٹنا الامان والحفیظ۔ یہ سب کیا ہے؟ راہِ خدا میں رضائے خدا کے لئے تکلیفیں اٹھانا ہے۔

اوپر ذکر کردہ آیت میں بھی راہِ خدا میں، ایمان کی محبت اور اس پر استقامت کے لئے آزمائشیں اٹھانے والے ایک پاک گروہ کا تذکرہ ہے۔ فرمایا کہ: خندقیں کھود کر ان میں آگ بھڑکا کر کنارے پر بیٹھے ان لوگوں پر لعنت ہو جو مسلمانوں کو آگ میں ڈال رہے تھے کیونکہ ان مسلمانوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بادشاہ انہیں اسلام چھوڑنے اور کفر اختیار کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ (1)

کھائی والوں کا واقعہ یہاں کھائی والوں کا جو واقعہ ذکر کیا گیا اس کے بارے میں حضرت صہیب رومی رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

1... مدارک، ص1335، 1336۔

فرمایا: تم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، آپ میرے پاس ایک لڑکا بھیج دیں تاکہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا، وہ لڑکا جس راستے سے گزر کر جادوگر کے پاس جاتا اس راستے میں ایک راہب (تارکِ دنیا، عبادت گزار) رہتا تھا، وہ لڑکا (روزانہ) اس راہب کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا اور اسے پسند آتیں۔ اسی دوران ایک مرتبہ ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا، لڑکے نے سوچا: آج میں آزماؤں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! اگر تجھے راہب کا معاملہ جادوگر سے زیادہ پسند ہے تو اس پتھر سے جانور ہلاک کر دے تاکہ لوگ راستے سے گزر سکیں۔ چنانچہ جب لڑکے نے پتھر مارا تو وہ جانور اس پتھر سے مر گیا۔ لڑکے نے راہب کے پاس جا کر واقعہ سنایا تو راہب نے کہا: اے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب ایسا ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا۔ (اس کے بعد اس لڑکے کی دعائیں قبول ہونے لگیں) اور اس کی دعا سے مادرزاد اندھے اور برص کے مریض اچھے ہونے لگ گئے اور وہ تمام بیماریوں کا علاج کرنے لگا۔ بادشاہ کا ایک ساتھی نابینا ہو گیا تھا، اس نے جب یہ خبر سنی تو وہ اس لڑکے کے پاس بہت سے تحائف لے کر آیا اور اس سے کہا: اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تمہیں دے دوں گا۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں شفا عطا کر دے گا۔ وہ نابینا شخص ایمان لے

آیاتواللہ تعالٰی نے اسے شفادے دی۔ جب وہ بادشاہ کے پاس گیااور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھاتو بادشاہ نے پوچھا: تمہاری بینائی کس نے لوٹائی ہے؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیامیرے سوا تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ تعالٰی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیااور اس وقت تک اسے اَذِیَّت دیتا رہا جب تک اس نے لڑکے کا پتانہ بتادیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیااور بادشاہ نے اس سے کہا: اے بیٹے! تمہاراجادو اتناترقی کرگیاکہ تم پیدائشی اندھوں کو ٹھیک کر دیتے ہو، برص کے مریضوں کو تندرست کر دیتے ہو اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کرتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ شفاتو میرا اللہ تعالٰی دیتاہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیااور اَذِیَّتیں دے کر راہب کاپتا معلوم کرلیا۔ پھر راہب کو بلایااور ایمان نہ چھوڑنے پر پہلے اسے اور پھر اپنے قریبی ساتھی کو سر کے درمیان آرار کھ کر چیر کر دو ٹکڑے کر دیا، پھر لڑکے کو ایمان نہ چھوڑنے پر دو مرتبہ شہید کرنے کی کوشش کی، پہلے پہاڑ سے پھینکنے کی کوشش کی لیکن لڑکے کی دعاسے زلزلہ آیااور بقیہ لوگ پہاڑ سے نیچے گر کر ہلاک ہو گئے لیکن لڑکا بچ گیا۔ دوسری مرتبہ اس لڑکے کو کشتی میں سوار کرکے سمندر میں پھینکنے کی کوشش کی لیکن پھر لڑکے کی دعاسے کشتی الٹ گئی اور اس لڑکے کے علاوہ سب لوگ غرق ہوگئے۔ وہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس چلا گیااور بادشاہ سے کہا: تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکوگے جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے وہ عمل پوچھاتو لڑکے نے کہا: تم ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کرواور مجھے کھجور کے تنے پر سولی دو، پھر میرے تَرکَش سے ایک تیر نکال کر بِسۡمِ اللّٰهِ رَبِّ الۡغُلَامِ (اللہ کے نام سے جو اِس لڑکے کا

رب ہے) کہہ کر مجھے مارو، اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تیر مجھے قتل کر دے گا۔ بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرکے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہوگیا لیکن یہ دیکھ کر تمام لوگوں نے ایمان قبول کرتے ہوئے تین مرتبہ کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ (بادشاہ کا سارا معاملہ الٹ گیا) اس نے گلیوں کے کناروں پر خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے آگ میں ڈال دو۔ (لیکن لوگ ایمان پر ڈٹے رہے حتی کہ) وہ آگ میں ڈالے جانے لگے یہاں تک کہ ایک عورت کی باری آئی جس کی گود میں بچہ تھا، وہ ذرا جھجکی تو بچے نے کہا: اے ماں! صبر کر اور جھجک نہیں، تو سچے دین پر ہے (اور وہ بچہ اور ماں بھی آگ میں ڈال دیئے گئے)۔[1]

اور حضرت ربیع بن انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ: جو مؤمن آگ میں ڈالے گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے آگ میں پڑنے سے پہلے ہی اُن کی رُوحیں قبض فرما کر انہیں نجات دی اور آگ نے خندق کے کناروں سے باہر نکل کر کنارے پر بیٹھے ہوئے کفار کو جلا دیا۔[2]

اصحابِ اخدود کے واقعہ سے درس:

(1) راہِ خدا میں تکالیف پر صبر کرنا ہمیشہ سے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے۔

(2) نیک لوگوں کو ستانے والے خدا کے دشمن ہیں۔

(3) اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

(4) چھوٹی عمر کے لڑکوں کو بھی ولایت مل جاتی ہے۔

(5) بزرگوں کی صحبت کا فیضان عبادات کے فیضان سے زیادہ مؤثر ہے۔

1... تلخیص از مسلم، ص1224، حدیث: 7511. 2... خازن، 4/366.

(6) جس دین میں اولیاء موجود ہوں وہ دین حق ہے۔

درس نمبر: 60

سورۂ کوثر اور شانِ رسول

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ(۲) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ(۳) [1]

ترجمہ: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اِس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کسی شہزادے کے انتقال پر ابولہب، عقبہ بن معیط، عاص بن وائل وغیرہا کفار دل آزار جملے کہنے لگے، کسی نے کہا: محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جڑ کٹ گئی۔ کسی نے کہا کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بات نہ کرو وہ تو ایسا آدمی ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے، اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، جب فوت ہوگا تو اس کا نام مٹ جائے گا۔ ان کفار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل فرمائی کہ اے حبیب! ان لوگوں کی باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ ہمارے فضل و کرم پر نظر رکھیں کہ ہم نے تمہیں بے شمار خوبیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے لہٰذا تم اُن کے شکرانے میں نماز پڑھو اور قربانی کرو اور جہاں تک تمہارے دشمنوں کا تعلق ہے تو ان ہی کی جڑ کٹی ہوئی ہے اور یہی ہر خیر سے محروم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رہتی دنیا تک رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی

---

[1]... پ30، الکوثر: 1-3.

کرنے والا ہر شخص خیر سے محروم اور اِس آیت کے تحت داخل ہے۔

یہ سورت نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ خداوندی میں عظمت و وجاہت اور اللہ رب العزت کی نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کی بہت پیاری دلیل ہے کیونکہ کفار نے جب آپ کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے خود جواب دیا کہ تمہارا دشمن ہی ابتر (خیر سے محروم) ہے اور یہ محبت کی علامت ہوتی ہے کہ اگر کوئی محبوب پر اعتراض کرے تو محب اس کا جواب دیتا ہے۔ یہ انداز قرآن مجید میں دیگر کئی جگہوں پر بھی ہے، مثلا: جب ولید بن مغیرہ نے نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیوانہ، مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے ولید کی مذمت میں اس کی نو(9) خامیاں بیان کیں اور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرمایا کہ تم اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔[1]

اسی طرح ابو لہب نے ایک موقع پر نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورت اتاری اور فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو ہی گیا۔[2]

آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوثر یعنی بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ کوثر کا لفظ کثرت سے نکلا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: بہت ہی زیادہ، بے انتہا کثرت، کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ لوگ اندازہ نہ لگا سکیں، وہ کثرت تعداد میں ہو یا مقدار و مرتبہ و معیار میں یا کسی اور اعتبار سے۔ گویا یہ فرمایا جارہا ہے کہ تمہارے دشمن تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں حتی کہ بیٹا بھی فوت ہو گیا مگر

1... پ29، القلم:2۔ 2... پ30، اللھب:1۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں اتنا دیا ہے جس کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔

لفظ کوثر میں بہت کچھ داخل ہے۔ ایک قوی قول یہ ہے کہ کوثر سے مراد جنت کی ایک نہر ہے چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھ لگ گئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے سُوْرَۃُ الْکَوْثَر آخر تک پڑھی اور فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔[1]

ایک حدیث میں نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں جنت میں چلا جارہا تھا تو اچانک ایک نہر آگئی جس کے کنارے کھوکھلے موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ پھر دیکھا تو اس کی خوشبو یا مٹی مہکنے والی کستوری کی طرح تھی۔[2]

کوثر کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حوضِ کوثر ہے چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ کو اونگھ آگئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اقدس بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے سورۂ کوثر تلاوت کی اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیرِ کثیر ہے اور یہ وہ حوض

1... ابو داؤد، 4/313، حدیث: 4747 ملتقطاً۔ 2... بخاری، 4/268، حدیث: 6581.

ہے جس پر قیامت کے دن میری امت پینے کے لئے آئے گی۔[1]

نہر کوثر جنت میں ہے اور حوض کوثر محشر کے میدان میں ہو گا، اس میں بھی جنت کے دو پرنالوں سے پانی گر رہا ہو گا۔ گویا حوض کی اصل بھی جنت والی نہر کوثر ہے۔[2]

حوضِ کوثر کی شان میں مسلم شریف کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے برتن تاریک رات میں صاف روشن آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ جو اس سے آبِ کوثر پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا، اس حوض کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے، جتنا عمان سے ایلہ تک فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔[3]

نہر کوثر اور حوضِ کوثر بظاہر دو قول ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب ایک ہی قول کا حصہ ہیں اور وہ ہے ”خیرِ کثیر“ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما کا قول ہے کہ کوثر سے مراد وہ خیر ہے جو اللہ نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے پوچھا کہ لوگ تو کہتے ہیں: وہ جنت میں ایک نہر ہے؟ اس پر آپ نے جواب دیا کہ جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس خیر میں شامل ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔[4]

مجموعی طور پر ”کوثر“ کی تفسیر میں تقریباً 30 اقوال ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بے انتہا خیر عطا کی گئی جس میں سب چیزیں داخل ہیں مثلاً ”خیرِ کثیر“ میں قرآن مجید بھی یقیناً داخل ہے کہ اس سے عظیم خیر اور کیا ہو گی؟ یونہی

1... مسلم، ص169، حدیث:894. 0... فتح الباری، 12/ 398ماخوذاً. 1... مسلم، ص969، حدیث:5989.

2... بخاری، 3/ 390، حدیث:4966.

نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اعلیٰ درجے کی حکمت بلکہ حکمتوں کے خزانے عطا کئے گئے اور حکمت کو خود قرآن نے خیرِ کثیر فرمایا ہے [1] یونہی جوامع الکلم یعنی کثیر معانی کو چند لفظوں میں سمونے کی صلاحیت عطا کی گئی۔

الغرض فرمایا گیا کہ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، تمہیں قرآن، نبوت، رسالت، اسلام، آسان شرعی احکام، حکمت، علم، معرفت اورنورِ قلب سے مشرف کیا۔ تمہارے پاکیزہ کردار کو عبادت وریاضت اور اخلاقِ حسنہ، خصائلِ حمیدہ، شمائلِ جمیلہ سے آراستہ کیا۔ تمہیں کثیر معجزات، شفاعت، مقامِ محمود، حوضِ کوثر، نہرِ جنت اور ساری جنت عطا کی۔ تمہیں صحابۂ کرام کی پاکیزہ جماعت، امت کی کثرت، دین کا غلبہ، دشمنوں پر رعب اور فتوحات سے نوازا۔ تمہارا نسب عالی کیا اور تمہیں حسنِ ظاہر وباطن میں کامل بنایا۔ شرق وغرب، زمین و آسمان، دنیاوآخرت ہر جگہ ذکرِ حسن، تعریف وتحسین اور ثناءِ جمیل کی صورت میں تمہیں رفعتِ ذکر عطا کی۔

ان تمام نعمتوں کے شکرانے میں تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہیں اَبْتَر کہنے والا دشمن ہی خیر سے محروم ہے جبکہ تم تو بے انتہا خیر سے مالامال ہو۔ سُبْحٰنَ اللہ! کس خوبصورت انداز میں رَبُّ الْعٰلَمِین نے شانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ اسی کو اپنے شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مَدّاحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسولُ اللہ کی

1... پ3، البقرۃ:269.